

تفسیر فتح العزیز اور اس کی تکمیل و عدم تکمیل کی بحث

محمد انس حسان*

Tafsīr Fath al-‘Azīz and the Debate over Its Completion or non-Completion: An Appraisal

Muhammad Ans Hassan*

ABSTRACT

Shāh ‘Abd al-‘Azīz was the son of an illustrious Muslim scholar of the Indian Subcontinent, Shāh Walī Allāh. Like his father, he was greatly interested in Qur’ānic Studies and wrote a commentary on the Qur’ān in Persian titled *Fath al-‘Azīz*. This commentary, however, is not found in its complete form anywhere. Only the commentary on 184 verses (*ayāt*) of the second chapter, *al-Baqarah* and on the last two parts (*ajzā’*) of the Qur’ān is published in two volumes. It is commonly thought that the commentary had remained incomplete and only the parts that have been published were penned down. There are, however, certain clues to the possibility that Shāh ‘Abd al-‘Azīz might have completed the commentary but most of it was lost. This article appraises the views about

لیکچرر، علوم اسلامیہ، گورنمنٹ ملٹ ایسوسی ایٹ کالج، ملتان۔

* Lecturer, Department of Islamic Studies, Government Millat Associate College, Multan. (anskashmiri@gmail.com)

the completion or non-completion of this commentary and assesses the evidence of each side.

Keywords

Shāh ‘Abd al-‘Azīz, Qur’ānic studies, *tafsīr*, *Fath al-‘Azīz*.



Summary of the Article

Shāh ‘Abd al-‘Azīz inherited an interest in the Qur’ān from his forefathers. His father, Shāh Walī Allāh, is credited for popularizing Qur’ānic studies in the Indian subcontinent by translating the Qur’ān in Persian and penning other pioneering works on Qur’ānic sciences. He also used to give lectures, explaining the Qur’ānic text to the masses.

Shāh ‘Abd al-‘Azīz continued the tradition of his family and dedicated much of his life to studying and teaching the Qur’ān. Like his father, he used to give lectures to explain the Qur’ānic text. It is said that hundreds of students used to attend these lectures. When he reached the age of forty-nine and his eyesight became extremely weak, he started dictating his commentary on the Qur’ān (*tafsīr*), *Fath al-‘Azīz*, upon the insistence of one of his students, Shaikh Muṣaddiq al-Dīn ‘Abd Allāh. Although his *tafsīr* did not gain much popularity, it is, nevertheless,

an important document especially for understanding the works of his father on the Qur'ān, as hinted by scholars such as Maulānā 'Ubayd Allāh Sindhī.

The preface of *Fath al-'Azīz* indicates that Shāh 'Abd al-'Azīz initially dictated *tafsīr* of the first chapter, *al-Fātiḥah*, and last two sections (*ajzā'*) of the Qur'ān and then dictated *tafsīr* of the second chapter, *al-Baqarah*. It is commonly thought that the *tafsīr* could not be completed and that only the above-mentioned parts were penned down.

However, regardless of the commonly held views, the opinions of scholars over the completion or non-completion of *Fath al-'Azīz* are divided:

1. Some scholars have contended that Shāh 'Abd al-'Azīz's *tafsīr* was in many thick volumes, most of which was lost during the 1857 war.
2. Most of the scholars hold that Shāh 'Abd al-'Azīz only dictated the *tafsīr* of the first chapter, *al-Fātiḥah*, 184 verses (*ayāt*) of the second chapter, *al-Baqarah*, and last two sections (*ajzā'*) of the Qur'ān.
3. A group of scholars claim that Shāh 'Abd al-'Azīz completed his *tafsīr*. They argue that unpublished parts of *tafsīr* are found in other writings of Shāh

‘Abd al-‘Azīz and its manuscript might be discovered if efforts are put to explore the old libraries of the Indian subcontinent. It is further claimed that a complete copy of Shāh ‘Abd al-‘Azīz’s *tafsīr* in Persian was once available with the Qāḍī of Akbarābād.

In this article, the arguments of each opinion have been presented in detail. Furthermore, an attempt is made to present an informed opinion about the debate by taking into account all the above three opinions over the completion/non-completion of *Tafsīr Fath al-‘Azīz*.



شاہ عبدالعزیز دہلوی کو قرآنی علوم و معارف پر غور و فکر اور تدبر و تفکر کا طریقہ اپنے اجداد سے ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا اپنا قول ہے کہ شاہ عبدالرحیم کی عادت تھی کہ اپنے اصحاب کے حلقے میں ہر روز قرآن مجید کے دو یا تین رکوع پڑھتے۔ اس پر بغایت تدبر کرتے اور ان کے معانی پر غور و خوض فرماتے۔^(۱) فہم قرآن کی اس روایت کو شاہ ولی اللہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد آگے بڑھایا۔ اس ضمن میں انھوں نے ایک طرف تو اپنے شاگردوں میں قرآن کریم کے دروس کے ذریعہ قرآن کی اساس پر قائم ہونے والا نظام فکر متعارف کروایا۔ جب کہ دوسرا کام یہ کیا کہ الفوز الکبیر کے ذریعے قرآن فہمی کے اساسی اصول وضع کیے اور اپنے دور کی مروجہ زبان فارسی میں قرآن کریم کا ترجمہ فتح الرحمن کے عنوان سے کیا۔ اس ترجمے کے ساتھ آپ نے مختصر طور پر تشریحی نوآند بھی لکھے۔ اس کے علاوہ آپ نے تاویل الأحادیث میں قرآنی قصص کے اسرار و علل پر بڑی جامع اور عمدہ بحث کی ہے۔ نیز آپ نے اپنے بعد آنے والے لوگوں کے لیے قرآن کریم کے ترجمہ کے اصول المقدمة فی قوانین الترجمة میں تحریر فرمائے تاکہ اہل علم اپنے دور کے سماجی تقاضوں کے مطابق ترجمہ نگاری کے کام کو باحسن سرانجام دے سکیں۔

۱- شاہ ولی اللہ دہلوی، انفس العارفین (دہلی: مطبع احمدی، س۔ن)، ۳۴۔

شاہ عبد العزیز دہلوی نے اپنے دادا اور والد کے کام کو یوں آگے بڑھایا کہ عوامی سطح پر قرآن کریم کے درس کا اہتمام کیا۔ شاہ ولی اللہ نے اپنے وصال سے قبل آخری درس آیت ﴿إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى﴾^(۲) کا دیا تھا۔ شاہ عبد العزیز نے اپنا آخری درس آیت ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾^(۳) کا دیا۔ شاہ عبد العزیز کے وصال کے بعد آپ کے نواسے شاہ محمد اسحاق نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔ شاہ عبد العزیز نے اپنے والد کے منہ پر ایک طرف اپنے شاگردوں کے لیے قرآن کریم کے درس کا اہتمام کیا تو دوسری طرف جمعہ اور منگل دو دن عوامی درس قرآن کا بھی معمول اختیار فرمایا۔

شاہ صاحب نے اپنی زندگی میں قرآن کریم کی مکمل تفسیر کئی مرتبہ فرمائی۔ گویا ایام جوانی سے آخری عمر تک آپ نے کئی مرتبہ مکمل قرآن کا درس دیا۔ مقالات طریقت کی ایک عبارت سے شاہ صاحب کے قرآنی درس کے اسلوب پر روشنی ڈلتی ہے۔ چنانچہ صاحب مقالات طریقت لکھتے ہیں:

آپ کے وعظ میں ہزار ہا آدمی رہتے تھے۔ ان میں جو پڑھے لکھے تھے وہ لوگ ایک ایک تفسیر اپنی اپنی استعداد کے موافق عربی ہو یا فارسی لے کر بیٹھے رہتے۔ جب کوئی آیت شروع کرتے تو حضرت ہر ایک سے پوچھتے کہ امام رازی کیا معنی کرتے ہیں؟ اور شیخ محی الدین ابن عربی کیا فرماتے ہیں؟ اور قاضی بیضاوی کیا لکھتے ہیں؟ علیٰ ہذا القیاس۔ جس کے پاس جو تفسیر ہوتی وہ اپنا بیان کرتا۔ جب سب تفسیریں ہو جاتیں تب آپ فرماتے خیر سب بیان ہو چکا، اب جو خدائے تعالیٰ نے اس فقیر کے دل پر القاء کیا ہے بیان کرتا ہوں۔ پھر وہ وہ مضامین فرماتے کہ کسی مفسر کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئے ہوں۔ سب لوگ کتا ہیں بند کر کے حضرت کا مونہہ تکتے رہتے اور ششدر ہو جاتے۔^(۴)

شاہ عبد العزیز کی تفسیر فتح العزیز سے قبل برصغیر میں اگرچہ تفسیری کام ہو چکا تھا، لیکن اس تفسیر کی اہم بات جو اسے دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ تفسیر ولی الہی اسلوب پر لکھی گئی پہلی تفسیر ہے جس میں تفسیر کے دقیق مباحث کو اس دور کی مروجہ زبان فارسی میں نہایت سادہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شاہ عبد العزیز سے قبل شاہ ولی اللہ دہلوی نے ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۸ء میں قرآن کریم کا فارسی ترجمہ فتح الرحمن کے نام سے کیا۔ اس ترجمہ کی تبصیر ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء میں مکمل ہوئی اور شاہ صاحب کے شاگرد خواجہ امین ولی الہی کی کوشش سے یہ ترجمہ ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۴ء میں پہلی مرتبہ شاہ صاحب کی زندگی ہی میں شائع ہوا۔^(۵) اس ترجمے نے گویا برصغیر میں

۲- القرآن، ۵: ۸۔

۳- القرآن، ۴۹: ۱۳۔

۴- عبد الرحیم ضیاء، مقالات طریقت، تحقیق و تعلیق، محمد اقبال مجددی (لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۷ء)، ۷۷۔

۵- شاہ ولی اللہ کی اپنی عبارت کے مطابق ان کے شاگرد اور شاہ عبد العزیز کے استاد خواجہ امین نے ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۴ء میں اس کو

قرآن فہمی کے بند دروازے کھول دیے۔ اسی ترجمے سے حوصلہ پا کر شاہ عبدالقادر دہلوی جو ایک عرصے تک مسجد اکبر آبادی (دہلی) میں قرآن کریم کا درس دیتے رہے تھے، نے اردو زبان میں پہلا با محاورہ ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۹۰ء میں مکمل ہوا اور اس کا نام موضع قرآن رکھا گیا۔ موضع قرآن کی پہلی اشاعت کا علم نہیں ہو سکا البتہ اس کی پہلی دست یاب اشاعت ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء کی ملتی ہے جو مطبع احمدی (کلکتہ) کی ہے۔ اس کے بعد ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۰ء میں شاہ رفیع الدین دہلوی کا ترجمہ قرآن بھی پہلی مرتبہ اسی مطبع سے طبع ہوا۔

اگرچہ تمام عمر قرآن فہمی کو فروغ دینے کے لیے درس قرآن کا عمل جاری رکھا، لیکن اپنے ایک شاگرد شیخ مصدق الدین عبداللہ^(۱) کی خواہش پر ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء میں، جب کہ آپ کی عمر ۴۹ برس ہو چکی تھی اور آپ بصارت سے تقریباً محروم ہو چکے تھے، تفسیر فتح العزیز الماکروائی تھی۔ فتح العزیز کے مقدمے سے پتا چلتا ہے کہ شاہ صاحب نے پہلے سورۃ الفاتحہ اور آخری دو پاروں کی تفسیر کی اور پھر سورۃ البقرہ سے تفسیر الماکروانا شروع کی اور اس دوران میں مراجعت اور حوالوں کے لیے کسی کتاب یا انتخاب سے استعانت نہیں چاہی۔^(۲) گویا یہ تفسیر محض قوت حافظہ کے زور پر تحریر کروائی گئی۔ شاہ صاحب نے آخری دو پاروں کی تفسیر پہلے کی، جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نزول قرآن کے کئی دور کے اسلوب کا فہم حاصل کیا جائے۔ پھر سورۃ الفاتحہ سے تفسیر کرنا شروع کی تاکہ کئی دور کے اہم مباحث سامنے لا کر اب مدنی دور کا فہم حاصل کیا جائے۔ ان کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی اپنی تفسیر میں اسی اسلوب کو اپنانے کی کوشش کی تھی۔ اس تفسیر کے لکھنے کا ایک سبب تو یقیناً یہ تھا کہ یہ شیخ مصدق الدین کی خواہش پر لکھی گئی لیکن اس سے اہم مقصد اور سبب یہ تھا کہ عوامی سطح پر جو بدعات و شنیعات قرآن کریم سے دوری

بر صغیر میں عام کیا اور لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ (ملاحظہ ہو: مقدمہ فتح الرحمن) لیکن اس نسخے کے ناشر کا علم نہیں ہو سکا۔ اس کی دست یاب اشاعت میں اولین اشاعت مطبع ہاشمی (میرٹھ) کی ملتی ہے، جس پر سن اشاعت ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۹ء درج ہے۔

۶۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ اس تصنیف (فتح العزیز) کا سلسلہ برادر بزرگ مولانا محمد بن شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریک و تقاضے سے ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء میں شروع کیا گیا۔ (ملاحظہ ہو: ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت و عزیمت (کراچی: مجلس نشریات اسلام، سن ۵: ۳۵۶)۔ حالانکہ تفسیر کے مقدمے میں شاہ صاحب نے صراحت کی ہے کہ یہ کام وہ شیخ مصدق الدین (خليفة شاه غلام علی دہلوی) کی خواہش پر کر رہے ہیں۔ ممکن ہے مولانا ندوی کو یہ سہو برادر دینی اور ”محمد قدس اللہ“ کے الفاظ سے ہوا ہو۔ حالانکہ یہ الفاظ انھوں نے شیخ مصدق الدین کے لیے استعمال کیے ہیں۔ نیز آپ کے برادر حقیقی شاہ محمد دہلوی کی وفات ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء میں ہو چکی تھی جو کہ فتح العزیز کا سن تالیف ہے۔

۷۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی، فتح العزیز (پارہ اول) (لاہور: مطبع محمدی، ۱۳۱۱ھ)، ۳۔

کے باعث پیدا ہو چکی تھیں ان کا ازالہ کیا جائے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے خود مقدمے میں اس کا اظہار کیا ہے کہ انھوں نے اس تفسیر میں ایسی سادہ فارسی زبان استعمال کی ہے جو اس علاقے میں متعارف ہے اور اس دور کی رائج تمثیلات استعمال کی ہیں۔ نیز غیر ضروری طوالت اور بعید از فہم توجیہات سے اجتناب برتا ہے۔^(۸) شاہ صاحب نے اپنے والد کے برعکس اپنے وعظ اور درس میں سادگی اور عوامی اسلوب اس لیے اختیار کیا؛ کیوں کہ عوام الناس میں جو بدعات جڑ پکڑ گئی تھیں، اگر براہ راست ان پر نقد کیا جاتا تو شاید اس سے منفی اثرات زیادہ جنم لیتے جیسا کہ شاہ اسماعیل شہید کے اسلوب تنقید سے ہوئے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب نے سخت سے سخت بات کرنے اور فکری شعور بے دار کرنے کے لیے احتیاطاً نرم اسلوب اپنایا؛ چنانچہ اس حکمت عملی کے حوالے سے مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے کہ:

شاہ عبد العزیز صاحب کے علم و فضل کا سکہ گوداہلی کے ہر فرد بشر پر بیٹھا ہوا تھا، لیکن اس کا یہ اثر نہ تھا کہ جو بدعتیں ملائوں کے کہنے سے عوام الناس اور عمائدین شہر کرتے تھے، ان میں کچھ کمی آتی۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے والد بزرگوار کی مخالفت کا خوفناک نظارہ ملاحظہ کر لیا تھا، اس لیے آپ احتیاطاً وہی باتیں اپنے وعظ اور تلقین میں بیان فرمایا کرتے تھے، جن پر اکثر الناس کا اتفاق ہو اور کوئی اس سے کسی حالت میں مخالفت نہ کر سکے۔^(۹)

شاہ عبد العزیز کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے ولی الہی فکر کو نہایت مہارت اور عمدگی سے عام فہم اور سادہ اسلوب میں عوامی سطح پر منتقل کر دیا۔ چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھی نے لکھا ہے کہ: ”امام شاہ ولی اللہ نے تو دہلی کے اعلیٰ طبقے کو اپنے علوم و افکار سے متعارف کرایا تھا مگر امام عبد العزیز نے قوم کے متوسط طبقے کو بیدار کر کے عوام کو اس حقیقت سے آشنا کیا۔“^(۱۰)

ایک اور جگہ مولانا سندھی فتح الرحمن کو سمجھنے کے لیے تفسیر فتح العزیز سے استفادے کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ فتح الرحمن کے غوامض حل کرنے کے لیے فتح العزیز کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ اسی طرح الفوز الکبیر میں قرآن فہمی کے اصول کی عملی تشکیل فتح العزیز میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

امام عبد العزیز نے سب سے پہلے امام ولی اللہ کے علوم کو عام علمائے زمانہ کے ذہنوں تک پہنچانے کے لیے تصانیف کا سلسلہ شروع کیا۔ امام ولی اللہ کی تفسیر (کذا: ترجمہ) فتح الرحمن کو سمجھانے کے لیے فتح العزیز لکھی۔ فتح العزیز کو ہر ایک عالم

۸- شاہ صاحب کے اپنے الفاظ ہیں: ”تفسیر بلغت سلیس فارسی بحسب روزمرہ متعارف این دیار و استعمال تمثیلات رائج این روزگار و حذف تطویلات لا طائل اہل عربیت و اسقاط توجیہات بعید“ (ملاحظہ ہو: دہلوی، فتح العزیز (پارہ اول)، ۳۔)

۹- مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ (لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۴ء)، ۲۳۔

۱۰- مولانا عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک (لاہور: سندھ ساگر اکادمی، ۲۰۰۸ء)، ۵۷۔

بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ مگر یہ لوگ اس کو فتح الرحمن کے غوامض حل کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ولی اللہ نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں قرآن سمجھنے کے جو اصول وضع فرمائے تھے، ان کے مطابق قرآن دانی مفقود ہو رہی ہے۔ مثلاً حروف مقطعات کی جو تفسیر شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے اور فتح العزیز میں ”الم“ کی تفسیر پڑھنے کے بعد وہ چیز آسان ہو جاتی ہے۔^(۱۱)

شاہ عبد العزیز نے جب تحفۃ اثنا عشریہ تحریر فرمائی تو اس پر اپنا نام نہ لکھنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ اس کی نسبت اپنی جانب کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اور اس کتاب سے ان کا مقصد شہرت کا حصول نہیں تھا، لیکن تفسیر فتح العزیز کی نسبت ان کا خیال تھا کہ: ”تفسیر فتح العزیز و امثال ایں تصانیف را اگر بہ فقیر نسبت کنند موجب شادمانی خاطر می گردد۔“^(۱۲) ”تفسیر فتح العزیز اور اس قسم کی دوسری تصانیف اگر لوگ اس فقیر سے منسوب کرتے ہیں تو میرے لیے یہ موجب مسرت ہے۔“

اپنی اس تفسیر پر شاہ صاحب کو فخر تھا اور ہونا بھی چاہے تھا۔ آپ اس تفسیر کو اپنی بخشش کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ عبد الرحیم ضیاء نے لکھا ہے کہ انتقال سے قبل آپ نے قدسی کا یہ شعر پڑھا:

روز قیامت چوں شود ہر کس بگیرد نامہ
من نیز حاضر میثوم تصویر جانان در بغل

اس شعر کے دوسرے مصرعہ کو شاہ صاحب نے اس ترمیم کے ساتھ پڑھا:

من نیز حاضر میثوم تفسیر قرآن در بغل^(۱۳)

فتح العزیز کی تکمیل و عدم تکمیل کی بحث

شاہ عبد العزیز کی تفسیر فتح العزیز کی تکمیل و عدم تکمیل کے حوالے سے تین طرح کی آراء تک محققین نے پیش کی ہیں:

۱۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ شاہ صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر ضخیم جلدوں میں کی تھی، مگر اس کا ایک بڑا حصہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ضائع ہو گیا۔

۱۱۔ نفس مرجع، ۵۹۔

۱۲۔ شاہ عبد العزیز دہلوی، فتاویٰ عزیزی (دہلی: مطبع مجتہبی، ۱۳۱۲ھ)، ۱: ۱۳۰۔

۱۳۔ ضیاء، مقالات طریقت، ۸۶۔

۲. اہل علم کا ایک بڑا طبقہ وہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ شاہ صاحب نے قرآن کریم کے پہلے سوا پارے اور آخری دو پاروں کی تفسیر کی تھی۔ گویا فتح العزیز کا موجودہ دست یاب سرمایہ ہی ضبط تحریر میں آسکا تھا۔

۳. اس حوالے سے تیسری رائے یہ ہے کہ فتح العزیز مکمل قرآن کریم کی تفسیر تھی، کیوں کہ اس کے شواہد شاہ صاحب کی دیگر کتب میں ملتے ہیں۔ لیکن آج بوجہ مکمل نہیں ملتی۔ ممکن ہے کہ تلاش و تحقیق سے اس کا باقی ماندہ حصہ بھی منظر عام پر آجائے۔
ذیل میں ہم ان آرا کا تحلیلی جائزہ لیتے ہیں تاکہ اس قضیے کا کوئی حل اور نتیجہ تلاش کیا جاسکے۔

(الف) پہلی رائے اور اس کا تحلیلی جائزہ

فتح العزیز کے حوالے سے پہلی رائے یہ ہے کہ اس کا بڑا حصہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ضائع ہو گیا تھا۔ چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

وأما مصنفاته فأشهرها تفسير القرآن المسمى بفتح العزيز صنفه في شدة المرض ولحوق الضعف إملاء وهو في مجلدات كبار... ضاع معظمها في ثورة الهند وبقى منها إلا مجلدان من أول و آخر. (۱۴)

(ان (شاہ عبد العزیز) کی تصانیف میں سب سے مشہور ان کی تفسیر قرآن ہے، جس کا نام فتح العزیز ہے۔ اس تفسیر کو انھوں نے سخت بیماری اور ضعیفی کے زمانے میں املا کروایا تھا اور وہ ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی۔ جس کا ایک بڑا حصہ جنگ آزادی کے زمانے میں ضائع ہو گیا اور صرف شروع اور آخر سے دو جلدیں باقی رہ گئیں۔)

اسی طرح شاہ صاحب کے شاگرد مولوی حیدر علی نے شاہ صاحب کی وفات کے تقریباً بیس پچیس سال کے بعد سکندر بیگم (والیہ بھوپال) کی خواہش پر فتح العزیز کا ستائیس جلدوں پر مشتمل جو تکملہ لکھا تھا اس کی بھی محض چار جلدیں ہی ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں موجود ہیں، جب کہ دو جلدیں مولانا آزاد لاہیری (ٹونک) میں موجود ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اصل تفسیر کی طرح یہ تکملہ بھی ۱۸۵۷ء کی نذر ہو گیا تھا۔ بہر حال فتح العزیز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ضائع ہونے کی اس رائے کو ایک بڑے طبقے نے قبول کیا ہے۔ (۱۵) حتیٰ کہ فتح العزیز کی

۱۴۔ سید عبدالحی لکھنوی، نزہۃ الخواطر (حیدرآباد: دائرۃ المعارف، ۱۹۰۹ء)، ۷: ۲۷۳۔

۱۵۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے والد کی اس رائے کو تسلیم کیا ہے اور اپنی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت، ۵: ۳۵۳ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مولانا عطاء الرحمن قاسمی نے اپنی کتاب الواح الصنادید میں یہی رائے قائم کی ہے۔ دیکھیے: عطاء الرحمن قاسمی، الواح الصنادید (لاہور: فینس بکس، ۱۹۹۰ء)، ۱۷۱۔

تکمیل کے قائل پروفیسر عضد الدین نے بھی مکمل ہونے کے باوجود اس کی عدم دستیابی کے حوالے سے اس قرینے کو بہ طور دلیل پیش کر کے اس الجھن سے دامن چھڑانے کی کوشش کی ہے۔^(۱۶) تاہم اس رائے کو اس وجہ سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ اس تفسیر کی اشاعت ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے شاہ صاحب کے انتقال کے محض دس سال بعد ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں ہو چکی تھی اور اس اشاعت کے آخری دو اجزا جو ایک جلد میں ہیں اور انیتسویں اور تیسویں پارے کی تفسیر پر مشتمل ہیں، کتب خانہ دارالمصنفین میں موجود ہیں۔ تیسویں پارے کی تفسیر کے آخری چند صفحات غائب ہیں، مگر انیتسویں پارے کی تفسیر مکمل محفوظ ہے، جس کے آخر میں ترقیمہ بھی ہے، جس سے سن اشاعت کی واقفیت کے ساتھ یہ بھی پتا چلتا ہے کہ تیسویں پارے کی تفسیر اس سے پہلے طبع ہو چکی تھی، ترقیمہ کی عبارت یوں ہے:

بعد طبع تفسیر سپارہ سی ام عمیتساء لون مسی بفتح العزیز سپارہ بست و نهم تبارک الذی از تفسیر موصوف بتاریخ غره شہر ذی قعدہ ۱۲۴۸ھ از فضل حق سبحانہ و تعالیٰ بہ طفیل جناب سید الانبیاء شافع روز جزا وائمہ ہدیٰ و خلفائے مقتدی صلی اللہ علیہ وسلم در طبع احمدی واقع شہر چچرہ متعلقہ ضلع ہوگلی بہ تصحیح اس ذرہ بے مقدار بل شی فی الاعتبار اعنی خیر خواہ خلق اللہ خاکسار عبد اللہ ولد سید بہادر علی مرحوم بہ طبع رسید۔^(۱۷)

(تیسویں پارہ یعنی عمیتساء لون کی تفسیر فتح العزیز کے نام سے طبع ہونے کے بعد انیتسویں پارہ تبارک الذی کی تفسیر کی اشاعت ماہ ذی قعدہ ۱۲۴۸ھ میں بفضل سبحانہ سید الانبیاء شافع روز جزا کے طفیل میں شہر چچرہ متعلقہ ضلع ہوگلی کے مطبع احمدی میں ناچیز عبد اللہ ولد سید بہادر علی مرحوم سے تصحیح ہوئی۔)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے تک اس تفسیر کی جو اشاعت دست یاب حالت میں ملتی ہے۔ اگر اس کے علاوہ حصہ بھی دست یاب ہوتا تو طبع شدہ حالت میں موجود ہوتا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں فتح العزیز کا ضخیم حصہ ضائع نہ ہونے پر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز کے حالات کے حوالے سے قدیم ترین ماخذ مقالات طریقت جو کہ شاہ صاحب کے وصال کے باون سال بعد یعنی ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۶ء میں طبع ہوئی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی تھی۔ نیز اس تفسیر کے نامکمل رہ جانے کا سبب بھی لکھا ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں جناب شاہ صاحب کو فرمایا تھا کہ تم تفسیر لکھنا موقوف رکھو۔ اگر تمام کرو گے تو تمام

۱۶- تفصیل ملاحظہ ہو: عضد الدین خاں، ”تفسیر فتح العزیز: چند حقائق کی روشنی میں“، معارف، اعظم گڑھ، ۱۰۰: ۳ (۱۹۶۷ء)۔

مفسروں کی محنت بے فائدہ ہوگی۔ کوئی کسی کی تفسیر نہ دیکھے گا، تمھاری اتنی ہی تفسیر کوئی سمجھے تو تمام قرآن کے مضامین پر حاوی ہوگا۔ آپ نے حسب الحکم موقوف کیا، سورہ بقرہ نامتام رہی۔^(۱۸)

اسی طرح یہ بات یوں بھی ناقابل فہم ہے کہ شاہ صاحب کی دیگر کتب تو ۱۸۵ء کی جنگ آزادی میں محفوظ رہیں مگر یہ تفسیر ہنگامہ کی نذر ہو گئی۔ چنانچہ اس رائے کو تاریخی حقائق اور عقلی دلائل کی بنیاد پر درست تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح تکملہ فتح العزیز بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ تفسیر نامکمل تھی جب ہی تو تکملہ لکھا گیا۔

(ب) دوسری رائے اور اس کا تحلیلی جائزہ

فتح العزیز کی تکمیل و عدم تکمیل کی بحث میں محققین کی ایک بڑی جماعت اس بات کی قائل ہے کہ یہ تفسیر جس قدر دست یاب ہے، اتنی ہی ضبط تحریر میں آسکتی تھی۔ چنانچہ تذکرہ علمائے ہند میں ”تفسیر سورۃ بقرہ دو پارہ اخیر قرآن از تصانیف“^(۱۹) کے الفاظ آئے ہیں۔ حیات ولی کے مؤلف نے بھی لکھا ہے کہ اس بے مثال تفسیر کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد میں سورہ فاتحہ سے لے کر پارہ سبقتول کے ربع تک سو پارے کی تفسیر ہے اور دوسری میں اخیر کے دو پاروں کی۔^(۲۰) اسی طرح کمالات عزیزی کی عبارت بھی اس کی تصدیق کرتی ہے کہ تفسیر عزیزی اول سورہ بقرہ اور آخر میں پارہ تبارک الذی و عم جو ہندوستان میں دست یاب ہوتی ہے، نہایت ہی محبوب اور مقبول خلاق ہے۔^(۲۱) اسی طرح مولانا ابوالحسن علی ندوی، حکیم محمود احمد برکاتی اور عارف اعظمی سمیت متعدد محققین کی رائے یہی ہے کہ یہ تفسیر جس قدر دست یاب ہے اسی قدر لکھی گئی تھی۔^(۲۲) ان سب محققین سے بڑھ کر خود شاہ صاحب نے فتح العزیز کے مقدمے میں سورہ فاتحہ اور آخری دو پاروں کی تفسیر اور پھر سورۃ بقرہ کی تفسیر کا ذکر کیا ہے، جس سے اس رائے کی تصویب ہوتی ہے کہ فتح العزیز کا ذکر کردہ حصہ ہی ضبط تحریر میں آسکا تھا۔^(۲۳) تاہم اس

۱۸- ضیاء، مقالات طریقت، ۷۹۔

۱۹- مولوی رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند (کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۶۷ء)، ۱۲۲۔

۲۰- مولوی عبدالرحیم دہلوی، حیات ولی (لاہور: المکتبہ السلفیہ، ۱۹۵۵ء)، ۶۱۸۔

۲۱- نواب مبارک علی، کمالات عزیزی (کراچی: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، ۱۹۸۸ء)، ۸۔

۲۲- تفصیل ملاحظہ ہو: تاریخ دعوت و عزیمت، ۵: ۳۵۳؛ محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب (کراچی: ادارہ یادگار

غالب، ۲۰۰۴ء)، ۱۵۴؛ محمد عارف اعظمی، تذکرہ مفسرین ہند (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۲۰۱۳ء)، ۱۹۰۔

۲۳- دہلوی، فتح العزیز (پارہ اول)، ۳۔

راے کو بعض امور متشابہ بناتے ہیں۔ مثلاً:

- شاہ صاحب کی تفسیر اور فتاویٰ کی متعدد عبارات (جن کا ذکر آگے آئے گا) سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ ان سورتوں کی تفسیر کر چکے تھے جو دست یاب فتح العزیز میں شامل نہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مکمل قرآن کریم کی تفسیر کر چکے تھے۔
- اس کی دوسری دلیل جو کہ کافی قوی ہے یہ ہے کہ مطبع انصاری (دہلی) نے تفسیر عزیزی المعروف وعظ عزیزی کے عنوان سے کتاب شائع کی۔
- اس حوالے سے تیسری دلیل مقالات طریقت کی وہ عبارت ہے جس کے مطابق فتح العزیز کا مکمل قلمی نسخہ اکبر آباد کے قاضی کے پاس موجود تھا، جو شائع نہ ہو سکا۔
- چوتھی دلیل یہ ہے کہ شاہ صاحب نے فتح العزیز کا مقدمہ لکھا اور مقدمہ تبھی لکھا جاتا ہے جب کتاب مکمل ہو جائے، نامکمل کتاب کا مقدمہ لکھا جانا عقلی اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتا۔
- پانچویں دلیل یہ ہے کہ شاہ صاحب نے شاہ رفیع الدین مراد آبادی^(۲۴) کو ایک خط لکھا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکمل قرآن کریم کی تفسیر لکھ چکے تھے۔

(ج) تیسری راے اور اس کا تحلیلی جائزہ

فتح العزیز کی تکمیل وعدم تکمیل کے حوالے سے تیسری راے یہ ہے کہ شاہ صاحب نے قرآن کریم کی تفسیر مکمل کی تھی اور ممکن ہے تلاش و تحقیق سے اس تفسیر کا باقی حصہ بھی دریافت ہو جائے۔

پہلی دلیل: اس راے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنی کتب میں متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ اس کی تفصیل فلاں سورۃ کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں۔ حالاں کہ وہ سورتیں دست یاب فتح العزیز میں موجود نہیں، جس سے خیال ہوتا ہے کہ تفسیر مکمل ہو چکی تھی۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک جگہ تفسیر کے سلسلے میں پوری بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: نقلًا عن مسودہ فتح العزیز فی سورۃ آل عمران قولہ تعالیٰ: ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾^(۲۵) (میں نے یہ عبارت فتح العزیز سے نقل

۲۴۔ شاہ رفیع الدین مراد آبادی دراصل شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ شاہ عبد العزیز کے بھی بہت قریب رہے اور اخذ و استفادہ کیا۔ شاہ صاحب کے قرآنی افادات افادات عزیزیہ کے نام سے مرتب کیے جو غیر مطبوعہ ہیں۔ تذکرہ علمائے ہند،

۱۹۷۷ء میں آپ کا سن وفات ۱۲۱۸ھ اور نزہۃ الخواطر، ۷: ۱۸۲ میں سن وفات ۱۲۲۳ھ درج ہے۔

۲۵۔ دہلوی، فتاویٰ عزیزی، ۲: ۴۹۔

کی ہے، جو سورۃ آل عمران کی آیت ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ کی تفسیر میں لکھی ہے۔ یہ سورۃ آل عمران کی آیت ۸۴ ہے جب کہ دست یاب فتح العزیز میں سورۃ آل عمران کی تفسیر شامل نہیں ہے۔

۲- ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: وایں فقیر در تحت آیت ﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ تحقیق نفیس نوشتہ کہ ایں وقت نقل آں بسبب دور افتادن سوادت متعذر است^(۲۶) (اس فقیر نے آیت ﴿اُولٰٓئِكَ يُؤْتُوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ﴾ کے ذیل میں عمدہ تحقیق تحریر کی ہے۔ مگر اس وقت مسودات کے دور افتادہ ہونے کے سبب اس کو نقل کرنے سے معذور ہوں)۔ یہ آیت سورۃ القصص کی آیت ۵۴ ہے اور یہ سورت پارہ ۲۰ میں آئی ہے جب کہ موجودہ تفسیر میں اس کی تفصیل ہمیں نہیں ملتی۔

۳- ایک اور جگہ سورۃ حدید کی آیت ۴ کے حوالے سے لکھتے ہیں: چناں چہ تفصیل آں دفعات در سورۃ سجدہ مذکور است ودر تفسیر فتح العزیز شرح آں بوجہ مستوفی مذکور شد چوں ایں وقت حواس درست نبود نقل از مسودات آں ممکن نشدہ^(۲۷) (ان امور کی تفصیل سورۃ سجدہ میں مذکور ہے اور تفسیر فتح العزیز میں اس کی شرح کامل طور پر مذکور ہوئی ہے۔ اس وقت حواس درست نہیں، اس لیے ممکن نہیں کہ وہ تحقیق مسودہ سے نقل کی جائے)۔ تاہم سورۃ سجدہ کی تفسیر دست یاب فتح العزیز میں نہیں ملتی۔

۴- فتاویٰ عزیزی میں سورۃ النسا کی آیت ۵۶ کے حوالے سے ایک سائل نے سوال کیا ہے کہ کیا عذاب اسی بدن کے ذریعے ہو گا یا نفس کی تاثیر بدل دی جائے گی؟ توشاہ صاحب نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ: من تفسیر فتح العزیز فی سورۃ النسا تحت قولہ تعالیٰ^(۲۸) (اس کی تفسیر فتح العزیز میں سورۃ النسا کی مذکورہ آیت کے تحت آئی ہے)۔ اس عبارت کے بعد شاہ صاحب نے فتح العزیز کے حوالے سے تفصیل بھی نقل کی ہے۔ تاہم دست یاب فتح العزیز میں سورۃ النسا کی تفسیر نہیں ملتی۔

۵- فتاویٰ عزیزی ہی میں سورۃ الصافات کی آیت ۱۷ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ”ایضاً منها من سورۃ الصافات من باب اسرار قصص تحت قولہ ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

۲۶- نفس مصدر، ۲: ۶۱۔

۲۷- نفس مصدر۔

۲۸- نفس مصدر، ۲: ۳۴۔

الْمُرْسَلِينَ ﴿فَهُمْ لَمْ يَنْصُورُوا... سَنَفْصِلْ لَكَ تَفْصِيلاً فِي تَفْسِيرِ سُورَةِ الزَّخْرَفِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.﴾“ (۲۹) (اس کی تفسیر سورۃ الصافات کی تفسیر میں فتح العزیز میں اسرار القصص کے تحت آیت مذکور کے ضمن میں مذکور ہے۔ ان شاء اللہ اس امر کی مناسب تفصیل سورۃ الزخرف کی تفسیر میں بیان کروں گا)۔ اس عبارت سے بھی پتا چلتا ہے کہ شاہ صاحب اس سوال کا جواب دینے سے قبل سورۃ الصافات کی تفسیر کر چکے تھے۔ البتہ سورۃ الزخرف کی تفسیر تب تک نہیں ہوئی تھی۔

۶- فتاویٰ عزیزی ہی میں سورۃ بقرہ کی آیت ۲۰۱ کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: من تفسیر فتح العزیز تحت قولہ تعالیٰ (۳۰) (تفسیر فتح العزیز میں آیت باری تعالیٰ کے تحت لکھا ہے)۔ تفسیر فتح العزیز کا جو حصہ مطبوعہ حالت میں ملتا ہے وہ مذکورہ آیت یعنی آیت ۲۰۱ سے ۱۶ آیات قبل یعنی ۱۸۴ آیت پر ختم ہو جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۴ سے آگے کی تفسیر بھی کر چکے تھے۔

۷- فتاویٰ عزیزی میں سورۃ المؤمنون کی آیت ۳۱ کے حوالے سے ایک سوال کا جواب دینے سے قبل لکھا ہے کہ: یہ تفسیر کتاب فتح العزیز سے نقل کی گئی ہے۔ (۳۱) تاہم سوال کے جواب میں جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ مولوی امیر الدین کی مرتب کردہ تفسیر عزیزی میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس سے قطعی مختلف ہے۔ جس سے یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ سورۃ المؤمنون کی وہ تفسیر جس کی عبارت فتاویٰ میں نقل کی گئی وہ الگ تھی جو اب موجود نہیں۔

۸- گم راہ فرقوں کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں مسالک اربعہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۲۵ سے استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ: تفسیر فتح العزیز میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں کامل طور پر یہ عجیب تحقیق مذکور ہے۔ (۳۲) تاہم اس آیت کی فتح العزیز سے جو تفسیر فتاویٰ میں شاہ صاحب نے نقل کی ہے، وہ اس سے مختلف ہے جو دست یاب فتح العزیز میں مذکور ہے۔

۹- فتاویٰ میں اہل کتاب کے ایمان سے متعلق ایک سوال کے جواب میں اہل کتاب کی ضلالت (گم راہی)

۲۹- نفس مصدر، ۲: ۳۵۔

۳۰- نفس مصدر، ۲: ۳۶۔

۳۱- دہلوی، فتاویٰ عزیزی (اردو) (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۸۷ھ)، ۲۶۔

۳۲- نفس مصدر، ۳۵۱۔

کے حوالے سے لکھتے ہیں: ضلالت کے وجوہ و اسباب مفصل طور پر تفسیر فتح العزیز میں مذکور ہیں۔^(۳۳)
تاہم دست یاب فتح العزیز میں یہ بحث موجود نہیں۔ سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کے ضمن میں بھی جو بحث مذکور ہے وہ اس بحث سے قطعی مختلف ہے جو فتاویٰ میں مذکور ہے۔

۱۰۔ شجرہ بیعت رضوان سے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: میں نے اس کو مفصل فتح العزیز میں ذکر کیا ہے۔^(۳۴)

حالاں کہ جس آیت سے آپ نے استدلال کیا ہے وہ سورۃ الفتح کی آیت ۱۸ ہے۔ جب کہ مطبوعہ فتح العزیز میں سورۃ الفتح کی تفسیر مذکور نہیں۔ جس سے یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ فتح العزیز مکمل قرآن کریم کی تفسیر تھی۔

دوسری دلیل: فتح العزیز کے مکمل ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ صاحب مقالات طریقت نے لکھا ہے: ”حاجی محمد حسین صاحب سہارن پوری سلمہ اللہ تعالیٰ مولوی نور اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک تفسیر فارسی تمام قرآن مجید کی اکبر آباد کے قاضی کے یہاں موجود ہے مگر وہ چھپی نہیں۔“^(۳۵)

اس قدیم ماخذ کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ فتح العزیز مکمل حالت میں موجود تھی مگر طبع نہ ہو سکی۔ ممکن ہے اب بھی یہ برصغیر کے کسی کتب خانہ میں قلمی حالت میں موجود ہو۔

تیسری دلیل: فتح العزیز کے مکمل ہونے کے حوالے سے تیسری دلیل یہ ہے کہ شاہ صاحب کے مختلف قرآنی افادات کو شاہ ولی اللہ کے ایک شاگرد شاہ رفیع الدین مراد آبادی نے ان کی زندگی ہی میں افادات عزیز یہ کے نام سے قلم بند کر لیا تھا۔ یہ کتاب اگرچہ اب تک طبع نہیں ہو سکی۔ اس کے دو قلمی نسخے ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں موجود ہیں۔^(۳۶) جس کے مقدمے کی درج ذیل عبارت پروفیسر عضد الدین نے نقل کی ہے: ”فرید دہر و وحید

۳۳۔ نفس مصدر، ۲۰۵۔

۳۴۔ نفس مصدر، ۳۴۸۔

۳۵۔ ضیاء، مقالات طریقت، ۷۹۔

۳۶۔ مولانا نسیم احمد فریدی نے افادات عزیز یہ کا نام اسلہ واجوبہ تحریر فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو: نسیم احمد فریدی، ”سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی“، الفرقان، لکھنؤ، ۳۵: ۱ (مئی ۱۹۶۷ء)، ۱۶-۳۰) حالاں کہ اس کا اصل نام افادات عزیز یہ

عصر۔۔۔ شاہ عبدالعزیز سلمہ اللہ تعالیٰ۔۔۔ تفسیری مسمیٰ بفتح العزیز تالیف نمودہ و ہنوز مسودات آل بہ بیاض نہ رسیدہ“ (۳۷) ”یگانہ عصر و یکتائے زماں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتح العزیز کے نام سے ایک تفسیر لکھی تھی جس کے مسودات بیاض کی شکل نہ پاسکے۔“

چوتھی دلیل: فتح العزیز کے مکمل ہونے کے حوالے سے چوتھی دلیل یہ ہے کہ ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ کتب خانہ نمبر: ۲۷۷ کے تحت موجود ہے جو شاہ عبدالعزیز سے منسوب ہے۔ یہ قلمی نسخہ دراصل سورۃ المائدہ کی تیسری آیت سے آیت: ۳۷ تک کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس قلمی نسخہ کا ترقیمہ درج ذیل ہے:

- تمام شد تفسیر چند آیات سورہ مائدہ تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہشتم جمادی الاول روز پنجشنبہ در لکھنؤ، در عمل نصاریٰ ۱۲۷۷ھ۔ (۳۸)
- ۸ جمادی الاول، بروز جمعرات ۱۲۷۷ھ، بمقام لکھنؤ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیف کردہ سورۃ المائدہ کی چند آیات کی تفسیر مکمل ہوئی۔

اسی طرح شاہ صاحب کی ایک اور مطبوعہ تفسیر مطبع نصاریٰ (دہلی) نے شائع کی تھی۔ یہ سورۃ المومنون سے لے کر سورۃ یس تک کی فارسی تفسیر ہے جو ۲۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر کے مرتب مولانا ابو الفرید امام الدین ہیں، جو شاہ صاحب کے شاگرد ہیں۔ (۳۹) اس کے آخر میں ناشر کا اعلان طبع ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ناشر کو اس تفسیر کا قلمی نسخہ کسی قدیم کتب خانے میں ملا، جسے وہ تفسیر عزیزی المعروف وعظ عزیزی کے نام سے شائع

ہے۔ مولانا فریدی نے اس نسخے کو مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) کے کتب خانے میں بھی بتلایا ہے۔ شاید دونوں نسخوں کے سلسلے میں مولانا فریدی کو تسامح ہوا ہے۔ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے کتب خانے میں جہاں سے مولانا نے عبارت لی ہے، اس کے دونے اسی افادات عزیزیہ کے نام سے موجود ہیں۔

۳۷۔ عضد الدین خان، ”تفسیر فتح العزیز: چند حقائق کی روشنی میں“، ۲۲۳۔

۳۸۔ تفسیر فتح العزیز (قلمی) (لکھنؤ: ندوۃ العلماء)، رقم مخطوط: ۲۷۷/سن ۱۲۷۷ھ۔

۳۹۔ ان کا مکمل نام ابو الفرید شیخ امام الدین محمد بن معین الدین احمد صدیقی دہلوی ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ شاہ صاحب کی نسبت کی وجہ سے ان کا لقب بھی جتہ اللہ پڑ گیا تھا، اس لیے کہ شاہ صاحب کو اس وقت لوگ جتہ اللہ کہا کرتے تھے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر، ۷: ۷۵-۷۶) انھی امام الدین صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی شاہ صاحب کی بہت سی کتب رضالا بھریری (رام پور) میں موجود ہیں۔

کر رہا ہے۔ تفسیر کے مرتب نے اس پر جو مقدمہ تحریر کیا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ مرتب نے شاہ صاحب کے درس قرآن کو لکھا اور جمع کیا اور ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۴ء میں اس جمع کردہ مسودے پر نظر ثانی بھی کی۔ گویا نظر ثانی کا یہ عمل شاہ صاحب کی وفات سے ۲۰ سال بعد سرانجام پایا۔ اس کتاب پر پروفیسر عضد الدین خان نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اس کتاب کو دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ درحقیقت یہ شاہ صاحب کے درس کے نوٹ ہیں، جنہیں امام الدین صاحب نے دوران درس قلم بند کیا ہے، اس وجہ سے مفصل نہیں ہے مگر انداز بالکل وہی ہے، جو تفسیر فتح العزیز کا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فتح العزیز مفصل ہے اور مستقل تصنیف اور وعظ عزیزی ان کے درس کا خلاصہ۔ ممکن ہے ان کے شاگردوں میں سے کسی اور نے بھی اسی طرح سے درس کے نوٹ لیے ہوں، اس کے بعد شاہ صاحب نے پورے قرآن مجید یا کم از کم اس کے زیادہ حصے کی تفسیر درس میں یا وعظ میں فرمادی ہو، تو یہ بات قرین قیاس ہے کہ بعد میں لوگوں کے اصرار پر اسے املا بھی کرا دیا ہو جب کہ واقعہ بھی ہے کیوں کہ تفسیر فتح العزیز جو اس وقت مطبوعہ شکل میں موجود ہے وہ املا ہی ہے۔^(۴۰)

اسی طرح شاہ صاحب کے ایک شاگرد مولوی سید محبوب علی نے بھی شاہ صاحب کے قرآنی افادات کو **تقبیح الشعراء الغاوین** کے عنوان سے قلم بند کیا تھا اور مکمل قرآن کی تفسیر کی تھی۔ اس تفسیر کی ایک جلد سورۃ الشعراء تا سورۃ یونس کا ایک قلمی نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (ٹونک) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کے صفحات ۷۲۵ اور کتب خانہ نمبر: ۱۵۶ ہے۔ ممکن ہے اس کی دیگر جلدیں بھی ہوں۔ سورۃ المائدہ کے قلمی نسخے، افادات عزیزی، وعظ عزیزی اور **تقبیح الشعراء الغاوین** کی دریافت سے یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے فتح العزیز کا بقیہ حصہ بھی قلمی شکل میں کسی کتب خانے میں موجود ہو اور آنے والے دنوں میں اس کی دریافت اس تفسیر کے مکمل ہونے پر حتمی مہر ثبت کر دے۔

پانچویں دلیل: فتح العزیز کے مکمل ہونے کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ اس تفسیر کا شاہ صاحب نے مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں واضح طور پر سورۃ البقرہ کی تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے سورۃ البقرہ کی تفسیر مکمل کر لی تھی، لیکن حیرت کی بات ہے کہ دست یاب تفسیر سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر ۲۳ کی دوسری آیت کی تفسیر کرتے کرتے اچانک ختم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ آخری جملہ بھی مکمل نہیں ہو سکا۔ وہ آخری اور نامکمل ترجمہ یہ ہے:

و در ترمذی و نسائی و دیگر کتب معتبرہ حدیث از آنحضرت ﷺ روایت آورده کہ حق تعالیٰ حضرت یحییٰ پغمبر را پنج چیز حکم

فرمودہ بود کہ خود ہم ہداں عمل نمائند و بنی اسرائیل را نیز بفرمانید تا موافق آن عمل کنند، حضرت یحییٰ بنا بر تہرود بنی اسرائیل در اظہار آن احکام توقف فرمودند۔^(۳۱)

ترمذی اور نسائی اور دیگر معتبر کتب احادیث میں آں حضرت ﷺ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم فرمایا کہ آپ بھی اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی فرمادیں تاکہ اس کے موافق عمل کریں۔ حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام نے بسبب سرکشی بنی اسرائیل کے ان احکام کے اظہار میں توقف کیا۔

فتح العزیز کے مقدمہ میں شاہ صاحب نے خود تصریح فرمائی ہے کہ یہ تفسیر ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء میں لکھی گئی۔ اس تصریح کے مطابق شاہ صاحب کا انتقال اس کے ۳۱ برس بعد یعنی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء میں ہوا۔ اس اکتیس سال کے عرصے میں اتنا توبہ ہر حال ہو سکتا تھا کہ وہ جملہ یادہ رکوع مکمل کر سکتے تھے۔ حالاں کہ مقدمے کو لکھنے سے پہلے امید یہی کی جاتی ہے کہ شاہ صاحب نے سورۃ بقرہ تو ختم کر لی ہوگی۔ اس لیے کہ نا تمام جملہ لکھ کر یہ طے کر لینا کہ اب اس کے آگے نہ لکھا جائے گا اور مقدمہ لکھ کر بات ختم کر دینا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

تطبیقی آرا و مفروضات

فتح العزیز کی تکمیل و عدم تکمیل کے حوالے سے پائی جانے والی تمام آرا مضبوط دلائل کی حامل ہیں۔ چنانچہ ایک محقق کے لیے بہت مشکل ہے کہ وہ کسی ایک رائے کو ترجیح دے۔ اس مشکل اور تضاد کا ممکنہ حل یہی ہے کہ ان اختلافی آرا میں تطبیق کی صورتوں پر غور و فکر کیا جائے، چنانچہ ان آرا کی تطبیقی صورتیں اور مفروضاتی نتائج درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱. ممکن ہے سواتین پاروں کی تفسیر کے بعد شاہ صاحب نے لوگوں کے کہنے پر قرآن کریم کی مکمل تفسیر املا کروادی ہو اور پھر مختلف عوارض کے باعث اس مسودے پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ ملا ہو، اسی وجہ سے وہ مسودہ بیاض کی شکل کو نہ پہنچا ہو۔ اس کی پہلی داخلی شہادت یہ ہے کہ شاہ صاحب نے خود ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ **فتح العزیز** کا مسودہ اس وقت ان کی دست رس میں نہیں۔ اسی طرح شاہ رفیع الدین مراد آبادی نے **فتح العزیز** کے مسودے کا بیاض کی شکل کو نہ پہنچنا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ یہ مسودہ تو مکمل ہو گیا تھا مگر نظر ثانی کا منتظر رہا اور عند الضرورت شاہ صاحب مختلف سوالات کے جواب میں اس کے اقتباس پیش کرتے رہے۔ پھر آپ کے وصال کے بعد شاہ محمد اسحاق دہلوی کی ہجرت کے بعد اصل مسودہ بھی ضائع ہو گیا یا پھر شاہ محمد اسحاق کے ساتھ حجاز منتقل ہو گیا۔

۲. سترہ سال کی عمر سے تادم آخر شاہ صاحب نے قرآن کریم کے درس کا معمول جاری رکھا۔ اس عرصے میں متعدد بار قرآن کریم کی تفسیر کے دورے مکمل ہوئے اور ممکن ہے بعض متوسلین نے ان تفسیری افادات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہو۔ چنانچہ افادات عزیزہ، وعظ عزیزہ ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں موجود سورۃ المائدہ کی چند آیات کی تفسیر مولانا شاہ مراد اللہ انصاری کا تفسیر عزیزہ کا ترجمہ بعنوان خدا کی نعمت، مطبوعہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء اور تقبیح الشعراء الغاوین اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ جتنا عرصہ جس نے اہتمام سے ان دروس سے استفادہ کیا وہ اس نے لکھ لیا۔ مگر مستقل قیام نہ ہونے کے سبب مکمل تفسیری دروس کو املانہ کر سکے۔ ممکن ہے اس طرح کے قلمی نوٹس بعض دیگر متعلقین اور شاگردوں نے بھی لیے ہوں اور وہ آج نہیں تو کل منصف شہود پر آجائیں۔ اس ضمن میں بہت ممکن ہے کہ شیخ مصدق الدین نے اہتمام سے ان تفسیری افادات کو باقاعدہ قلم بند کرنے پر شاہ صاحب کو آمادہ کیا ہو اور آپ نے ان کی خواہش کی تکمیل پر زیادہ شرح و بسط سے تفسیر املا کروائی ہو۔ اس امکان کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ افادات عزیزہ، وعظ عزیزہ اور تفسیر سورۃ المائدہ کے تفسیری نکات نہایت مجمل اور مختصر ہیں؛ جب کہ شیخ مصدق الدین کی املائی تفسیر میں تفصیل اور جامعیت نظر آتی ہے۔

۳. ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں فتح العزیز کے ضائع ہونے کی رائے اگرچہ درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کا ”تکملہ“ اس سے قبل لکھا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ فتح العزیز اس سے قبل ناپید ہو چکی تھی۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ یہ تفسیر ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کی تحریک بالا کوٹ کے بعد پیدا ہونے والے مشکل اور ابتر حالات میں ضائع ہو گئی ہو۔ پھر ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء کے عشرے میں مولانا حیدر علی فیض آبادی (م: ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۲ء) نے والئی بھوپال سکندر بیگم کی خواہش پر ستائیس جلدوں میں بچ جانے والی تفسیر کا تکملہ لکھا اور یہ تکملہ بھی غیر مطبوع رہا اور ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ضائع ہو گیا ہو اور اس کی محض چار جلدیں ہی قلمی حالت میں بچی ہوں جو کہ ندوہ اور ٹونک کے کتب خانوں میں اب بھی اپنے ہونے کی شہادت دے رہی ہیں۔

اغلب یہی ہے کہ شاہ صاحب نے مکمل قرآن کریم کی تفسیر کی تھی۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ اس کا صحیح علم بیان کرنے سے تاریخی مآخذ معذور ہیں۔ اس ضمن میں تطبیقی آراء اور ممکنہ مفروضات پیش کر دیے گئے ہیں جن سے شاید کسی نتیجے پر پہنچنا ممکن ہو۔

تکمّل فتح العزیز

فتح العزیز اگر مکمل حالت میں آج ہمارے سامنے ہوتی تو نہ صرف برصغیر کے تفسیری سرمایے میں بلکہ عالم اسلام کے تفسیری سرمایے میں اس کا ایک نمایاں مقام ہوتا۔ شاہ ولی اللہ نے تفسیر کے جو اصول وضع کیے تھے اس کی عملی تشکیل و تعبیر فتح العزیز کی شکل میں ہمیں نظر آتی ہے۔ اس کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے مولانا حیدر علی فیض آبادی^(۳۲) نے والئی بھوپال سکندر بیگم کی خواہش پر ستائیس مجلدات پر مشتمل اس کا تکملہ لکھا۔ گویا ہر پارے کی تفسیر کو شاہ عبدالعزیز کے اسلوب پر الگ جلد میں مرتب کیا گیا تھا۔^(۳۳) یہ تکملہ صاحب مقالات طریقت کی نظر سے گزرا تھا۔^(۳۴) جس سے پتا چلتا ہے کہ مقالات طریقت کی تالیف کے وقت تک یعنی ۱۲۹۰ھ - ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۱ء - ۱۸۷۲ء میں یہ تکملہ موجود تھا۔ صاحب مقالات طریقت نے اس تکملے کا قلمی نسخہ کہاں دیکھا تھا۔ اس بارے میں کچھ نہیں لکھا، تاہم اس تکملے کی چار جلدیں ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ جن کا سرسری تعارف درج ذیل ہے۔

پہلی جلد: تکملے کی پہلی جلد سورۃ بقرہ کی آیت چودہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسرے پارے کے ختم تک کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس پہلی جلد کے دو قلمی نسخے ہیں جن کے کتب خانہ نمبر ۱۴-۳۸ ہیں۔ اس کی جلد اڑتیس کے کل ۳۳۴ صفحات ہیں۔ جب کہ نمبر چودہ کے کل اوراق ۴۱۲ ہیں۔

۴۲۔ مولانا حیدر علی فیض آبادی کے متعلق مولانا عبدالحی لکھتے ہیں: حیدر علی بن محمد حسن بن محمد ذاکر بن عبدالقادر الدہلوی ثم الفیض آبادی، قرأ العلم بین علماء الشیعۃ بفیض آباد، ثم سافر دہلی و أخذ عن... الشیخ رفیع الدین و استفاد من الشیخ عبدالعزیز و لازمہ زماناً حتی برع فی کثیر من العلوم، ثم إلى حیدرآباد فولاہ نواب مختار الملک العدل و القضاء... مع اشتغاله بالتصنیف و التالیف و مات ۱۲۹۹ھ (لکھنؤ، عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۷: ۱۵۵، ۱۵۴) ترجمہ: ”حیدر علی بن محمد حسن بن محمد ذاکر بن عبدالقادر دہلوی فیض آبادی نے پہلے فیض آباد کے شیعہ علما سے پڑھا۔ اس کے بعد دہلی جا کر شیخ رفیع الدین سے اور پھر شیخ عبدالعزیز (دہلوی) کے پاس ایک طویل عرصے تک ٹھہر کر علم حاصل کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے علوم میں ماہر بن گئے۔ پھر لکھنؤ آئے اس کے بعد بھوپال پھر حیدرآباد چلے گئے۔ وہاں نواب مختار الملک نے قاضی بنادیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تصنیف و تالیف میں بھی لگے رہے۔ ۱۲۹۹ھ میں وفات پائی۔“

۴۳۔ اعظمی، تذکرہ مفسرین ہند، ۱: ۱۹۴۔

۴۴۔ ضیاء، مقالات طریقت، ۸۰۔

دوسری جلد: تکملے کی دوسری جلد تیسرے پارے کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس دوسری جلد کے بھی دو قلمی نسخے ہیں جن کے کتب خانہ نمبر ۱۵-۴۸ ہیں۔ نمبر پندرہ کے کل صفحات ۴۳۷ اور نمبر چار کے کل اوراق ۴۲۱ ہیں۔

تیسری جلد: تکملے کی تیسری جلد چوتھے پارے کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس تیسری جلد کے بھی دو قلمی نسخے ہیں۔ جن کے کتب خانہ نمبر ۱۶-۱۷ ہیں۔ نمبر ۱۶ کے کل صفحات ۳۲۰ جب کہ نمبر ۱۷ کے کل صفحات ۳۷ ہیں۔

چوتھی جلد: یہ جلد پانچویں پارے کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس کے بھی دو قلمی نسخے ہیں جن کے کتب خانہ نمبر ۱۸-۱۹ ہیں۔ نمبر ۱ کے صفحات ۳۲۲ اور نمبر ۱۹ کے صفحات ۲۸۸ ہیں۔

تکملہ فتح العزیز کی چاروں جلدوں کے دو دو قلمی نسخے ہیں۔ کاغذ عمدہ ہے اور خط نسخ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن ترقیمہ سے اس کے کاتب اور سن کتابت کا علم نہیں ہوتا۔ بعض صفحات کرم خوردہ ہیں اور اگر ان کی نقل تیار نہ کی گئی تو ممکن ہے آنے والے دنوں میں یہ جلدیں بھی ناقص ہو جائیں۔ چاروں جلدوں کے پہلے صفحے کی پیشانی پر مہر محمد جمال الدین خان مدارالمہام درج ہے۔^(۴۵) اس تکملے میں اصل فتح العزیز کا اسلوب اپنانے کی مکمل کوشش کی گئی ہے۔ زبان (فارسی) بڑی سہل اور سلیس ہے۔ جسے معمولی فارسی خواں بھی سمجھ سکتا ہے۔ اس تکملے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا برہان الدین سنہجلی لکھتے ہیں:

یہ تکملہ اصل تفسیر (فتح العزیز) سے منقولی رنگ، احادیث و روایات نیز قصص و حکایات کی کثرت میں تو بالکل مشابہہ ہے بلکہ بعید نہیں کہ بعض جگہ کثرت روایات و آثار نیز قصص و حکایات میں اصل سے کچھ بڑھ گیا ہو۔ لیکن شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مجتہدانہ نظر، ژرف نگاہی اور عبقریت کی جو شان اصل تفسیر (فتح العزیز) میں جگہ جگہ نمایاں نظر آتی ہے، اس کی تکملہ میں توقع رکھنا ہی بے محل ہے اور اس کی تلاش سعی لا حاصل۔^(۴۶)

۴۵۔ مدارالمہام، منشی جمال الدین بھوپالی (م: ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) شاہ عبدالعزیز کے شاگرد ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے کتب خانے میں رہا۔ منشی جمال الدین کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو: علی حسن طاہر، مآثر صدیقی (لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۲۰ء)، ۲: ۴۵-۴۶؛ نزہۃ الخواطر، ۷: ۱۲۲-۱۲۳۔

۴۶۔ محمد برہان الدین سنہجلی، قرآن مجید کی تفسیریں: چودہ سو برس میں (مجموعہ مقالات) (لاہور: مکتبہ قاسم العلوم، س ن)، ۲۰۸۔

فتح العزیز کے قلمی نسخے

تکمّل فتح العزیز کا ایک اور قلمی نسخہ الفیوضات حیدریہ تکمّل فتح العزیز کے عنوان سے مولانا ابوالکلام آزاد عربک اینڈ پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ (ٹونک) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔^(۳۷) یہ ۷۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا کتب خانہ نمبر ۲۱۲ ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ مصنف یعنی مولوی حیدر علی فیض آبادی کی زندگی میں ان کے حکم پر لکھا گیا اور ان کی نظر سے گزرا۔ اس کے آخر میں مصنف کے بیٹے کی عبارت ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ ان کے والد نے شاہ صاحب کے دروس قرآن کو جمع کر کے اسے ترتیب دیا۔^(۳۸) اس تکمّل کی ایک دوسری جلد بھی اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ جو سورۃ ق تاسورۃ الذاریات کی تفسیر ہے۔ ممکنہ طور پر یہ چھپیویں جلد ہے اور اس کے بعد پارہ اٹھائیس کی تفسیر ہوگی جو الگ جلد میں ہوگی۔ یہ جلد ناقص ہے اور اس کے محض باون صفحات ہی کرم خوردگی سے بچے ہیں۔ اس کا کتب خانہ نمبر ۲۱۳ ہے۔

اسی طرح اس کتب خانہ میں شاہ صاحب کے ایک شاگرد سید محبوب علی^(۳۹) کی نامکمل تفسیر تقبیح

۳۷۔ حکیم محمد عمران، خزینۃ المخطوطات (ٹونک: عربک اینڈ پرنٹنگ اینڈ پبلیشنگ، ۱۹۸۱ء)، ۱: ۲۸۹۔

۳۸۔ یہ نسخہ دراصل اس تکمّل کا اصل نسخہ ہے۔ اگرچہ کاتب کا نام اور تاریخ کتابت درج نہیں۔ اس کے تکمّل کے آغاز میں مولوی حیدر علی کے بیٹے کے قلم سے یہ نوٹ اس طرح درج ہے: ”اس کتاب“ فیوضات حیدریہ کہ حضرت والد ماجد بندہ یعنی مولوی حیدر علی صاحب لازالت شمس ارشاد طالعہ ہست بلکہ ایں کتابت کہ در عین وعظ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ وانا باللہ برہانہ ملفوظات متبرکہ کہ رامی نوشتہ ہذا قتال والدی“۔ اس عبارت کے تحت میں ایک شہادت اس طرح تحریر ہے: ”ایں عبارت مولوی حیدر علی لکھنوی از ولد خود اور برویم تحریر کنائندہ اند“ ان عبارت سے پتا چلتا ہے کہ یہ تکمّل دراصل شاہ عبدالعزیز کے وعظ قرآن کے نوٹس سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا تھا۔ جب کہ اب تک محققین کی رائے یہ تھی کہ یہ تکمّل مولوی حیدر علی نے اپنے اسلوب اور ذاتی مطالعہ کے مطابق تحریر کیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد عمران، حکیم، خزینۃ المخطوطات، ۱: ۲۹۰)

۳۹۔ مولوی محبوب علی کا مکمل نام محبوب علی بن مصاحب علی بن حسین علی بن روشن علی بن رحیم الدین بن فہیم الدین ہے۔ یکم محرم ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ سید احمد شہید سے بھی بیعت تھے۔ اور ان کی تحریک میں ان کے ساتھ رہے، لیکن سید صاحب سے اختلاف ہو گیا تھا۔ اور درمیان سفر سے واپس ہو گئے تھے۔ ۱۰ ذی الحج ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء کو وفات ہوئی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: لکھنوی، عبدالحی، نزہۃ الخواطر، ۷: ۴۰۷)

الشعراء الغالون بھی موجود ہے۔^(۵۰) یہ سورۃ الشعراء تا سورۃ یونس تک کی تفسیر ہے۔ جس کے صفحات سات سو پچیس ہیں۔ اس تفسیر کو بھی فتح العزیز کا تمہ کہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ اس کے آخر میں صراحتاً ذکر ہے کہ ”تالیف مولوی محبوب علی تمام تقریر مولوی شاہ عبد العزیز صاحب۔“ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۵۶۱ ہے۔ بد قسمتی سے جس طرح آج مکمل فتح العزیز کا کوئی سراغ نہیں ملتا بالکل ایسے ہی مطبوعہ فتح العزیز کے بعض قلمی نسخے تو ملتے ہیں مگر ان قلمی نسخوں میں سے کوئی بھی نسخہ شاہ عبد العزیز کے زمانہ حیات کا نہیں ملتا۔ تاہم تحقیق و تلاش کے بعد فتح العزیز کے جن قلمی نسخوں کا پتا چل پایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

پہلا قلمی نسخہ: فتح العزیز کا پہلا قلمی نسخہ آندھرا پردیش گورنمنٹ اور نیشنل مینوسکرپٹ لائبریری اینڈ ریسرچ انسٹیٹیوٹ حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔^(۵۱) یہ قلمی نسخہ پہلی جلد یعنی سورۃ البقرہ پر مشتمل ہے۔ کاغذ درمیانہ اور خط نستعلیق ہے۔ ترقیمہ سے اندازہ نہیں ہوتا کہ کاتب کون اور سن کتابت کیا ہے۔ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر: ۲۹۰ ہے جب کہ سلسلہ نمبر: ۱۴۳ اور داخلہ نمبر: ۶۵۶۰ ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ قلمی نسخہ انیسویں صدی کا ہے۔

دوسرا قلمی نسخہ: فتح العزیز کا دوسرا قلمی نسخہ بھی اسی لائبریری میں موجود ہے۔^(۵۲) یہ نسخہ پارہ ۲۹-۳۰ کی تفسیر ہے۔ کتابت سے لگتا ہے کہ اس کا کاتب بھی وہی ہے جو پہلے نسخے کا کاتب ہے۔ بد قسمتی سے اس پر بھی کاتب اور سن کتابت درج نہیں۔ کاغذ دبیز زردی مائل اور خط نستعلیق ہے۔ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر: ۲۹۳ ہے۔ جب کہ سلسلہ نمبر ۱۴۴ اور داخلہ ۶۵۶۳ ہے۔

تیسرا قلمی نسخہ: فتح العزیز کا تیسرا قلمی نسخہ بھی اسی لائبریری میں موجود ہے۔^(۵۳) یہ قلمی نسخہ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۴ تک کی تفسیر ہے۔ یہ قلمی نسخہ پہلے دو نسخوں سے الگ ہے۔ کاغذ اور روشنائی کی چمک سے لگتا ہے کہ پہلے دو قلمی نسخوں سے بعد کا نسخہ ہے۔ خط نستعلیق پختہ ہے، مگر ترقیمہ میں کاتب و سن کتابت درج نہیں۔ اس قلمی

۵۰۔ یہ نامکمل نسخہ سفید غیر مجدول کاغذ پر لکھا ہوا ہے، لیکن جا بجا ناقص ہے۔ قدرے کرم خوردہ بھی ہے۔ کاتب اور تاریخ کتابت درج نہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد عمران، حکیم، خزینۃ المخطوطات، ۱: ۲۹۲)

۵۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

Andhra Pradesh Government Oriental Manuscripts Library and Research Institute, Osmania University Campus, Hyderabad, India, 131.

52- Ibid, 117.

53- Ibid, 136.

نسخے کا کتب خانہ نمبر ۷۶۷ ہے۔ جب کہ سلسلہ نمبر ۲۶۶ اور داخلہ نمبر ۲۲۱۶۲ ہے۔

چوتھا قلمی نسخہ: فتح العزیز کا چوتھا قلمی نسخہ اور نیشنل پبلک لائبریری بانکی پور میں ہے^(۵۴) جو سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۴ تک کا ہے۔ یہ قلمی نسخہ ۴۰۶ صفحات پر مشتمل ہے، جب کہ ہر صفحے میں ۲۳ سطریں ہیں۔ خط نستعلیق معمولی اور کاغذ اوسط درجے کا ہے۔ اس کا کتب خانہ نمبر ۱۱۵۹ ہے۔ تاریخ کتابت و سن کتابت درج نہیں۔

پانچواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا پانچواں قلمی نسخہ بھی اور نیشنل پبلک لائبریری بانکی پور میں ہے۔^(۵۵) یہ قلمی نسخہ دراصل پارہ ۲۹ کی تفسیر پر مشتمل ہے، اس نسخے کے کل اوراق ۲۶۳ ہیں اور ہر ورق ۷ سطروں پر مشتمل ہے۔

چھٹا قلمی نسخہ: فتح العزیز کا چھٹا قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لائبریری میں موجود ہے۔^(۵۶) یہ نسخہ پارہ ۳۰ کی تفسیر ہے۔ اس کے کل اوراق ۳۴۱، جب کہ ہر ورق ۱۵ سطروں پر مشتمل ہے۔ کاتب وہی معلوم ہوتا ہے جو پانچویں قلمی نسخے کا ہے۔ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۱۱۶۱ ہے۔ کاغذ اوسط درجے کا ہے اور خط نستعلیق استعمال کیا گیا ہے۔

ساتواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا ساتواں قلمی نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ (دہلی) میں ہے۔^(۵۷) یہ قلمی نسخہ فتح العزیز کی پہلی جلد کا ہے۔ ترقیمہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ کاتب کون اور سن کتابت کیا ہے۔ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۲۹ ہے۔

آٹھواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا آٹھواں قلمی نسخہ بھی کتب خانہ جامعہ ملیہ (دہلی) میں ہے۔^(۵۸) یہ قلمی نسخہ پارہ ۲۹-۳۰ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس کا کتب خانہ نمبر ۱۲۰۴ ہے۔

۵۴- تفصیل ملاحظہ ہو:

Maulvi Abdul Muqtadir, *Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library at Bankipore* (Calcutta: The Baptist Mission Press, 1928), xiv:29.

۵۵- نفس مصدر، ۳۰۔ اور نیشنل پبلک لائبریری بانکی پور دراصل خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری ہی کا نام تھا۔

۵۶- نفس مصدر، ۳۲ / افتخار پریس (دہلی) سے ۱۳۰۸ھ میں اس تفسیر کا جو اردو ترجمہ طبع ہوا تھا اس ترجمے میں یہ قلمی نسخہ مترجم کے پیش نظر رہا تھا۔

۵۷- ملاحظہ ہو: فہرس المخطوطات العربیة للجامعة الملیة الإسلامية (غیر مطبوع)، ۱۲۸۔

۵۸- نفس مصدر، ۱۵۱۔

نواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا نواں قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) میں موجود ہے۔^(۵۹)

خط نستعلیق اور کاغذ کافی بوسیدہ ہے۔ اس نسخے کا کتب خانہ نمبر ۱۳۰۳۸ ہے۔

دسواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا دسواں قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (ذخیرہ شاہ محمد سلیمان) میں

موجود ہے۔^(۶۰) یہ نسخہ ۱۲۴۹ھ یعنی شاہ صاحب کے وصال کے دس سال بعد کا ہے۔

گیارہواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا گیارہواں قلمی نسخہ مولانا ابوالکلام آزاد عریک / پرشین ریسرچ

انسٹیٹیوٹ (ٹونک) میں موجود ہے۔^(۶۱) کاغذ اوسط درجے کا اور خط نستعلیق ہے۔ اس نسخے کا کتب خانہ نمبر ۵۲۳۲

ہے۔ اس کا عنوان تفسیر کلام: تفسیر عزیزی ہے۔

بارہواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا بارہواں قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لائبریری میں موجود ہے۔^(۶۲) جس

کا کتب خانہ نمبر ۶۴۹۱ ہے۔

تیرہواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا تیرہواں قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لائبریری میں موجود ہے۔^(۶۳)

جس کا کتب خانہ نمبر ۲۰۸ ہے۔

چودھواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا چودھواں قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لائبریری میں موجود ہے۔^(۶۴)

اور اس کا کتب خانہ نمبر ۲۰۹ ہے۔

پندرہواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا پندرہواں قلمی نسخہ بھی اسی لائبریری میں موجود ہے۔^(۶۵) جس کا

کتب خانہ نمبر ۲۱۰ ہے۔

۵۹- تفصیل ملاحظہ ہو: عارف نوشاہی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ مرکزی دانشگاه پنجاب (لاہور: میراث مکتوب،

۱۳۹۰ھ)، ۱: ۳۸۲

۶۰- تفصیل ملاحظہ ہو، خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت (دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۵۳ء)، ۳۹۲۔

۶۱- تفصیل ملاحظہ ہو:

Muhammad Abdul Moid Khan, *A Hand List of the Persian Manuscripts* (Tonk, Rajastan: Maulana Abul Kalam Azad Arabic Persian Research Institute, 2012), 13.

62- Ibid, 14.

63- Ibid.

64- Ibid, 12.

65- Ibid.

سولھواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا سولھواں قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لاہری میں موجود ہے۔^(۶۶) اور

اس کا کتب خانہ نمبر ۲۱۱ ہے۔

سترھواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا سترھواں قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لاہری میں موجود ہے۔^(۶۷) اور

اس کا کتب خانہ نمبر ۲۳۹۰ ہے۔

اٹھارواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا اٹھارواں قلمی نسخہ جامعہ ہمدرد (دہلی) کے کتب خانے میں ہے۔^(۶۸)

یہ دراصل فتح العزیز کی پہلی جلد ہے۔ ۴۰۰ صفحات پر مشتمل اس قلمی نسخے کا سائز ۱۳/۵ x ۲۸/۵ ہے۔ خط نستعلیق استعمال کیا گیا ہے۔ ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سن کتابت ۱۷ جمادی الثانی ۱۲۵۷ھ ہے۔ یہ قلمی نسخہ کرم خوردہ اور بوسیدہ ہے۔ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۰۰۱۹-۷۷۲-۱ ہے۔

انیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لاہری میں ہے۔^(۶۹) پارہ انیتس کی تفسیر پر مشتمل یہ

نسخہ اول اور آخر سے ناقص ہے اور اس کے محض ۳۴ صفحات ہی محفوظ رہ پائے ہیں۔ محفوظ صفحات بھی کرم خوردگی کا شکار ہیں۔ اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۲۰-۳۱ ہے۔

بیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی جامعہ ہمدرد (دہلی) کے کتب خانے میں موجود ہے۔^(۷۰)

۳۰۰ صفحات پر مشتمل یہ قلمی نسخہ ۱۲۴۳ھ یعنی شاہ صاحب کے وصال کے محض چار سال بعد کا ہے۔ اس قلمی نسخے کا سائز ۱۵۵/۵ x ۲۳/۵ اور کتب خانہ نمبر ۲۱-۴۹ ہے۔

اکیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی جامعہ ہمدرد (دہلی) کے کتب خانے میں ہے۔^(۷۱) ۳۹۷ صفحات پر

مشتمل یہ قلمی نسخہ سورۃ البقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس کا سائز ۱۴x۱۲ اور کتب خانہ نمبر ۲۲-۱۱۶۹ ہے۔

66- Ibid.

67- Ibid.

۶۸- سید باقر ابطحی، فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتابخانہ جامعہ (دہلی: پریس ورکس، ۱۹۹۹ء)، ۴۔

۶۹- نفس مصدر۔

۷۰- نفس مصدر / اب تک کی تحقیق کے مطابق یہ فتح العزیز کا سب سے قدیم قلمی نسخہ ہے۔ جو شاہ صاحب کے وصال کے محض چار سال بعد یعنی ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۷ء میں لکھا گیا۔ پروفیسر عضد الدین نے فتح العزیز کا سب سے قدیم قلمی نسخہ ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۳ء کا قرار دیا ہے جو کہ درست نہیں۔

۷۱- نفس مصدر۔

بائیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا کتب خانے میں موجود ہے۔^(۷۲) پارہ ۳۰ کی تفسیر پر مشتمل اس قلمی نسخہ کے ۲۵۳ صفحات ہیں۔ اس قلمی نسخے کا سائز ۱۸ x ۳۰ اور کتب خانہ نمبر ۲۳-۱۲-۲۷ ہے۔ سن کتابت اور کاتب کا نام درج نہیں۔

تیسواں قلمی نسخہ: کرم خوردگی کا شکار یہ قلمی نسخہ محض ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سائز ۱۵ x ۲۵ ہے۔^(۷۳) یہ قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا کتب خانے میں نمبر: ۲۴-۱۸ کے تحت موجود ہے۔

چوبیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی کرم خوردگی کا شکار ہے۔ اس کا سائز ۱۴ x ۲۳ ہے اور محض ۱۳ صفحات ہی محفوظ رہ پائے ہیں۔ جامعہ ہمدرد (دہلی) میں موجود اس قلمی نسخہ کا کتب خانہ نمبر ۲۵-۳۶۲ ہے۔^(۷۴)

پچیسواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا پچیسواں قلمی نسخہ رضا لاہیری (رام پور) میں موجود ہے۔^(۷۵)

۳۹۶ صفحات پر مشتمل یہ قلمی نسخہ دراصل پہلے سواپارے کی تفسیر ہے۔ اس کا کتب خانہ نمبر ۱۳۵ ہے۔

چھبیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی رضا لاہیری (رام پور) میں ہے^(۷۶) اور پہلے سواپارے کی تفسیر ہے۔ ۳۷۱ صفحات پر مشتمل اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۱۳۶ ہے۔

ستائیسواں قلمی نسخہ: فتح العزیز کا ستائیسواں قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا لاہیری میں ہے۔^(۷۷) یہ بھی دراصل پہلے سواپارے کی تفسیر ہے۔ ترقیمہ میں سن کتابت ۱۲۵۲ھ درج ہے۔ تاہم کاتب کا نام درج نہیں۔ ۳۷۷ صفحات پر مشتمل اس قلمی نسخے کا کتب خانہ نمبر ۱۳۸ ہے۔

اٹھائیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا کتب خانہ میں ہے۔^(۷۸) پارہ ۲۹ کی تفسیر پر مشتمل یہ قلمی نسخہ ۲۱۳ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا کتب خانہ نمبر ۱۳۷ ہے۔

۷۲- نفس مصدر۔

۷۳- نفس مصدر۔

۷۴- نفس مصدر۔

۷۵- شائستہ خان، فہرست مخطوطات فارسی رام پور رضا لاہیری (پٹنہ: خدا بخش اور نیشنل پبلک لاہیری، ۱۹۹۵ء)، ۱۹۔

۷۶- نفس مصدر۔

۷۷- نفس مصدر۔

۷۸- نفس مصدر، ۲۰۔

انیتسواں قلمی نسخہ: پارہ ۳۰ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس قلمی نسخے کے ۲۳۶ صفحات ہیں، جب کہ اس کا کتب خانہ نمبر ۱۳۹ اب ہے۔ یہ بھی رضا لاہیری (رام پور) میں ہے۔^(۷۹)

تیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ بھی مذکورہ بالا کتب خانے میں ہے۔^(۸۰) پارہ ۲۹ کی تفسیر پر مشتمل اس نسخے کے صفحات ۱۲۵ اور کتب خانہ نمبر ۱۳۹ ہے۔

اکتیسواں قلمی نسخہ: یہ قلمی نسخہ درج بالا کتب خانے میں خلاصہ تفسیر عزیزی کے عنوان سے موجود ہے۔^(۸۱) اس کے مرتب بہادر علی دہلوی ہیں اور سن کتابت ۱۲۴۸ھ درج ہے۔ اس کے صفحات ۱۳۱، جب کہ کتب خانہ نمبر ۱۴۰ ہے۔

بیسواں قلمی نسخہ: رضا لاہیری (رام پور) میں ایک قلمی نسخہ انظر علی فتح العزیز کے عنوان سے موجود ہے^(۸۲)، جو شاہ صاحب کے شاگرد نواب رفیع الدین مراد آبادی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے ۷۲+۲۳ صفحات ہیں جب کہ کتب خانہ نمبر ۱۴۲۹ ہے۔

تینتیسواں قلمی نسخہ: مولانا آزاد لاہیری (ٹونک) کے کتب خانہ میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر پر مشتمل فتح العزیز کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کے صفحات ۱۸ ہیں^(۸۳)۔ اس کے کاتب مولوی سراج الدین ہیں۔ کتب خانہ نمبر ۲۳۴/۲ ہے۔

چونتیسواں قلمی نسخہ: اس کتب خانے میں چند سورتوں پر مشتمل ایک قلمی نسخہ ہے^(۸۴) جس کا اردو ترجمہ موضح قرآن سے ہے؛ جب کہ سورہ الفاتحہ کی تفسیر جو حاشیہ میں لکھی گئی ہے وہ فتح العزیز سے ہے۔ اس قلمی نسخے کے صفحات ۶۱ ہیں اور کتب خانہ نمبر ۲۳۴ ہے۔

۷۹۔ مرجع سابق۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق یہ دوسرا قدیم قلمی نسخہ ہے، جو شاہ صاحب کے وصال کے محض چھ سال بعد لکھا گیا۔

۸۰۔ نفس مصدر۔

۸۱۔ نفس مصدر۔

۸۲۔ نفس مصدر۔

۸۳۔ تفصیل ملاحظہ ہو: محمد عمران، حکیم، خزینۃ المخطوطات، ۱: ۲۸۹

۸۴۔ نفس مصدر، ۱: ۳۲۲۔

پہلی نسخہ: فتح العزیز کا اردو ترجمہ بستان التفسیر کا پہلا قلمی نسخہ جو مولوی محمد حسن خان نے

کیا تھا^(۸۵)، اسی کتب خانے میں موجود ہے۔ پارہ ۳۰ کی تفسیر پر مشتمل اس قلمی نسخے کے کل صفحات ۳۸۵ ہیں اور کتب خانہ نمبر ۲۳۸۰ ہے۔ اس نسخے کا شروع سے ایک اور آخر سے دو صفحات غائب ہیں۔

چھٹی نسخہ: فتح العزیز کا ایک قلمی نسخہ سورۃ المائدہ کی آیت ۳ سے آیت ۳۷ تک کی تفسیر کا

ہے۔ اس کا سن کتابت ۱۲۷۷ھ ہے۔ یہ نسخہ (ڈاکٹر سید عبدالعلی، سابق ناظم ندوہ) ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے کتب خانہ میں نمبر ۲۷۷ کے تحت موجود ہے۔^(۸۶)

فتح العزیز کے مطبوعہ نسخے

فتح العزیز کی پہلی اشاعت کب ہوئی؟ اس بارے کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ البتہ

۱۲۰۸ھ / ۱۸۲۴ء تک کی کوئی اشاعت ہم تک نہیں پہنچی، جس بنا پر ہم یہ کہہ سکیں کہ یہ تفسیر شاہ صاحب کی زندگی میں طبع ہوئی تھی۔ مگر ذہن یہ ماننے کو بھی تیار نہیں کہ لکھے جانے (۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء) کے ۳۱ سال بعد تک یہ کتاب اشاعت سے محروم رہی ہو، جب کہ آپ کی دیگر کتب برابر شائع ہو چکی تھیں یا ہو رہی تھیں۔ بہر حال فتح العزیز کے دستیاب ابتدائی مطبوعہ نسخوں کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پہلا مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کی پہلی دستیاب اشاعت مطبع احمدی (کلکتہ) کی ہے۔ جس پر سن

اشاعت ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۱ء درج ہے۔ انیسویں پارے کے اس مطبوعہ نسخے کے ترقیمہ کے مطابق ناشر عبداللہ ولد سید بہادر علی اس سے قبل تیسویں پارے کی تفسیر شائع کر چکے تھے۔^(۸۷) جس سے خیال ہوتا ہے کہ اس اشاعت سے ایک یا دو سال قبل پارہ ۳۰ کی تفسیر بھی شائع ہو چکی تھی۔ گویا فتح العزیز کی پہلی دستیاب اشاعت شاہ صاحب کے وصال سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد کی ہمیں ملتی ہے۔

دوسرا مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کا دوسرا مطبوعہ نسخہ ابتدائی سوا پارے کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ یہ مطبوعہ

نسخہ عبداللہ بن حاجی ولی محمد کے اہتمام سے مطبع محمدیہ (دہلی) سے ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا تھا۔

۸۵۔ نفس مصدر، ۱: ۳۲۶۔

۸۶۔ اس قلمی نسخے کا ذکر پروفیسر عضد الدین خان نے کیا ہے اور یہ ان کی نظر سے گزرا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد اقبال

مجیدی، شاہ عبدالعزیز دہلوی (لاہور: پروگریسو بکس، ۲۰۱۸ء)، ۲۵۲۔

۸۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو: شاہ عبدالعزیز دہلوی، فتح العزیز (پارہ ۲۹)، (کلکتہ: مطبع احمدی، ۱۲۴۸ھ)۔

۳۹.۲۳x۱۶.۵۴ سائز کے ۴۳۸ صفحات پر یہ تفسیر ادنیٰ کاغذ اور خط میں شائع کی گئی تھی۔ کتابت کی فاش اغلاط اس نسخے میں پائی جاتی ہیں^(۸۸) جو بعد کے کئی نسخوں میں بھی نظر آتی ہیں۔

تیسرا مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کا تیسرا مطبوعہ نسخہ (پارہ ۲۹) مطبع امید (لاہور) کا ملتا ہے، جس پر سن اشاعت ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۵ء درج ہے۔ یہ نسخہ مولوی محمد منیر کے اہتمام سے ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۵ء کے سائز پر ۲۵۶ صفحات پر شائع ہوا تھا۔ تفسیر کے اختتام پر مولوی غلام رسول نے اس اشاعت کی تاریخ ان اشعار میں نکالی ہے۔

تفسیر مولانا الاجل عبدالعزیز دہلوی
کز حرف حرفش یافتہ چوں آفتاب انوار حق
مطبوع شراز احمد جانی بفضل ایزدی
گفتا تاریخ او ده مخزن انوار حق^(۸۹)

مطبع امید (لاہور) ہی نے پارہ ۳۰ کی تفسیر بھی اسی سن یعنی ۱۲۷۷ھ/۱۸۶۵ء کو شائع کی تھی جو ۲۹۶ صفحات پر مشتمل تھی۔ اس کی کتابت اور طباعت عمدہ ہے۔ کاتب کا نام غلام محمد لکھا ہے۔ آخر میں قطعہ تاریخ درج ہے۔

سن تاریخ ختمہ ہاتف
قال لی ان لا نظیر لہا^(۹۰)

اس نسخے میں کتابت کی اغلاط گونستا کم ہیں مگر کاغذ نہایت معمولی استعمال کیا گیا ہے، جو شاید تفسیر قرآن کے شایان شان نہیں۔ معلوم نہیں کہ اس دور کے ناشرین کے طرز عمل کے مطابق ناشر نے پارہ ۳۰ کی تفسیر بھی شائع کی تھی یا نہیں۔

چوتھا مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کا چوتھا مطبوعہ نسخہ (پہلا سوا پارہ مطبع مجتہبی (دہلی) کا ملتا ہے، جو مولوی عبد الاحد کے اہتمام سے ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ تفسیر ۲۳.۳۹ x ۱۶.۵۴ کے سائز پر ۶۵۶ صفحات پر شائع ہوئی تھی۔ اس اشاعت کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے آخر میں ۱۰ صفحات پر مشتمل ”فرہنگ عزیز“ کے

۸۸۔ تفصیل ملاحظہ ہو: دہلوی، فتح العزیز (پارہ ۱)، (دہلی: مطبع محمدیہ، ۱۲۶۲ھ)، ۳-۷-۷۴-۲۰۳ وغیرہ۔

۸۹۔ تفصیل ملاحظہ ہو: دہلوی، فتح العزیز (پارہ ۲۹) (لاہور: مطبع امید، ۱۲۷۷ھ) ۲۵۶۔

۹۰۔ تفصیل ملاحظہ ہو: نفس مصدر، ۲۹۶۔

عنوان سے تفسیر کے مشکل الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے۔^(۹۱) یہ مطبوعہ نسخہ اس دور کے تمام نسخوں میں سب سے عمدہ ہے۔ کاغذ اعلیٰ اور اغلاط نہ ہونے کے برابر ہیں۔

پانچواں مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کا پانچواں مطبوعہ نسخہ (پہلا سواپارہ) مطبع محمدی (لاہور) کا ملتا ہے جو مولوی فقیر اللہ کے اہتمام سے ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس اشاعت کے پہلے صفحہ پر ”بار سوم“ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طباعتی ادارہ اس تفسیر کو پہلے دو بار شائع کر چکا ہے۔ اس اشاعت کے آخر میں اشتہار ہے کہ کتاب ہذا دو پارہ آخر در شہر لاہور محلہ سادھواں مکان فقیر اللہ و در کشمیری بازار دوکان فقیر اللہ تاجر کتب موجود دست۔^(۹۲) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناشر اس سے قبل یا اس کے ساتھ آخری دو پاروں کی تفسیر بھی شائع کر چکا تھا۔ ۶۳۸ صفحات پر مشتمل اس نسخے کی کتابت اور معیار مطبع مجتہائی (دہلی) سے کم ہے۔ تفسیر کے اختتام پر شاہ رؤف احمد (شاگرد شاہ عبدالعزیز) کا قطعہ تاریخ بھی درج ہے:

امام جملہ ادبیان فصیح الفصحا
توام جملہ دبیران بلغ البلغا
فلک زرحلت او نوحہ کردوگفت ملک
نہفت زیر زمیں مہر دیں و ماہ ہدی^(۹۳)

چھٹا مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کا چھٹا مطبوعہ نسخہ (پارہ ۳۰) مطبع مجتہائی (دہلی) کا ملتا ہے جو مولوی عبدالاحد کے اہتمام اور تصحیح سے ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۳ء میں ۳۰۴ صفحات پر نہایت عمدہ اسلوب اور معیار پر طبع ہوا۔^(۹۴) خیال ہے کہ اس ادارہ نے پارہ ۲۹ کی تفسیر بھی شائع کی ہوگی۔

ساتواں مطبوعہ نسخہ: فتح العزیز کا ایک مطبوعہ نسخہ تفسیر عزیزی المعروف وعظ عزیزی کے عنوان سے مطبع انصاری (دہلی) نے ۲۵۹ صفحات پر شائع کیا۔^(۹۵) اس پر سن اشاعت درج نہیں۔ یہ شاہ صاحب کے شاگرد

۹۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو: دہلوی، فتح العزیز (پارہ ۱) (دہلی: مطبع مجتہائی، ۱۳۱۱ھ)، ۶۳۹-۶۵۸۔

۹۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو: دہلوی، فتح العزیز (پارہ ۱) (لاہور: مطبع محمدی، ۱۳۱۱ھ)، ۲۳۸۔

۹۳۔ نفس مصدر۔

۹۴۔ تفصیل ملاحظہ ہو: فتح العزیز، (پارہ ۳۰)، (مطبع مجتہائی: دہلی، ۱۳۱۹ھ)، ۳۰۲۔

۹۵۔ اس کے آغاز میں مرتب مولوی امام الدین کا مقدمہ بھی ہے۔ جس میں انھوں نے تفسیر لکھنے کا زمانہ اور شاہ صاحب کے

مولوی امام الدین کے نوٹس ہیں جو انھوں نے ۱۲۵۹ھ میں مرتب کیے۔ یہ مطبوعہ نسخہ سورۃ المومنون تا سورۃ یس کی تفسیر پر مشتمل ہے۔

فتح العزیز کے تراجم

فتح العزیز اپنے دور کی مروجہ زبان فارسی میں تحریر کی گئی تھی جس کا مقصد قرآنی فہم و شعور کو عوامی سطح پر منتقل کرنا تھا، لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اردو نے فارسی زبان کی جگہ لے لی۔ اس اعتبار سے اگر جائزہ لیا جائے تو شاہ صاحب کے دور میں چار طرح کے علمی سطح کے حامل طبقات موجود تھے۔

- اول وہ جو عربی و فارسی پر عبور رکھتے تھے اور باقاعدہ عالم و فاضل تھے۔
- دوم وہ جو فارسی پر عبور رکھتے تھے اور فضلا اور عوام کے بین بین تھے۔
- سوم وہ جو فارسی جانتے تھے اور اردو کے زیر اثر اسے بہ تدریج ترک کرتے جا رہے تھے اور یہ عام لوگ تھے۔

- چہارم وہ جو بہت معمولی فارسی جانتے تھے البتہ اردو کا محاورہ سمجھتے تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی تحریک رجوع الی القرآن کو ان کی اولاد نے آگے بڑھایا۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر دہلوی نے قرآن کریم کا پہلا اردو ترجمہ ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۰ء میں کیا۔ اسی طرح شاہ رفیع الدین دہلوی کا تحت اللفظ اردو ترجمہ اس کے چند سال بعد لکھا گیا۔ بعد ازاں شاہ عبدالعزیز نے فتح العزیز ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء میں املا کروائی۔ گویا ان تینوں بھائیوں نے اٹھارویں صدی کے آخری عشرے میں یہ تمام تر علمی کام کیا۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب ایک باقاعدہ اور منظم حکمت عملی کے تحت کیا گیا۔

اوپر بیان کیے گئے علمی طبقات میں پہلے طبقے کو قرآن کے معانی و مفہوم کے اخذ و استفادے میں زیادہ دشواری نہیں تھی۔ اس لیے ان کے لیے کام کرنا کار عبث اور علمی تکرار کے سوا کچھ نہ تھا۔ البتہ دوسرا طبقہ جو ان علما اور عوام کے بیچ کا تھا ان کے لیے شاہ عبدالعزیز نے فتح العزیز املا کروائی تاکہ یہ طبقہ قرآن کریم کو اپنے دور کے علما

مناقب تحریر کیے ہیں۔ شاہ صاحب کی تفسیر کے اس نسخے کی دریافت کے بعد یہ خیال قوی ہوتا ہے کہ فتح العزیز مکمل قرآن کریم کی تفسیر تھی۔ یہ نسخہ محض ایک ہی مرتبہ مطبع انصاری (دہلی) سے طبع ہوا۔ اس سے قبل یا بعد کی کسی اشاعت کا پتا نہیں چلتا۔ فتح العزیز کے اس حصے اور دیگر دست یاب مجلدات کے تقابل سے پتا چلتا ہے کہ اس میں قدرے اختصار ہے۔ تاہم اس تقابل پر علمی تحقیق کی ضرورت ہے۔

کی محدودیت اور عوامی سطحیت سے بالاتر ہو کر سماجی شعور کے حصول اور فکری رہ نمائی کے تناظر میں سمجھے۔ شاہ رفیع الدین کا کام تیسرے طبقے کے لیے تھاجو فارسی کا محاورہ بھی ترک نہیں کرنا چاہتا تھا اور اردو کے سامنے بھی بے بس تھا؛ جب کہ شاہ عبدالقادر کا کام ان کے لیے تھاجو ذہنی طور پر اردو زبان کو فارسی کے متبادل کے طور پر قبول کر چکے تھے۔ خانوادہ ولی الہی کے اس کام کا علمی و فکری تجزیہ ہم کر چکے ہیں۔ ذیل میں ہم فتح العزیز کے اردو تراجم کا ذکر کرتے ہیں۔ تحقیق کے دوران جو تراجم ہم حاصل کر پائے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پہلا ترجمہ اور اس کی اشاعتیں

فتح العزیز کا پہلا اردو ترجمہ مولانا شاہ مراد اللہ انصاری نے کیا، جو مولوی یوسف علی کی تصحیح کے بعد ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں مطبع بابو سٹیم پریس (کلکتہ) سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ خدا کی نعمت کے عنوان سے ۳۸۸ صفحات پر شائع ہوا تھا۔ عام طور پر اسے شاہ مراد اللہ کی الگ تصنیف قرار دیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں قرآن کریم کا ترجمہ شاہ مراد اللہ کا ہے؛ جب کہ تفسیری حواشی دراصل فتح العزیز سے منقول ہیں۔ اس ترجمے کی ایک عبارت سے پتا چلتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی بیس آیات کا ترجمہ و تفسیر کا کام ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۳ء میں مکمل ہوا۔ اس اعتبار سے قرآن کریم کے ترجمے کے اعتبار سے یہ اردو ترجمہ موضع قرآن سے بیس سال قبل لکھا گیا۔ تاہم مکمل قرآن کریم کے اردو ترجمے کے سعادت شاہ عبدالقادر دہلوی کو حاصل ہوئی۔ اس ترجمے کو ہم فتح العزیز کا باقاعدہ اور مکمل ترجمہ کہہ سکتے ہیں لیکن پھر بھی یہ اس ضمن میں پہلی کوشش ضرور ہے۔ اس ترجمے میں مترجم نے سب سے پہلے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کا خلاصہ لکھا ہے اور پھر پارہ عم کی تفسیر کا ترجمہ کیا ہے۔ مترجم نے لکھا ہے کہ اس نے تفسیر عزیزی کے ترجمے میں تفسیر حسینی، تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف کو بھی سامنے رکھا ہے۔^(۹۶) لیکن پارہ ۳۰ کی جس تفسیر کا ترجمہ کیا گیا ہے یہ وہ نہیں ہے جو دست یاب فتح العزیز کے پارہ ۳۰ کی تفسیر ہے بلکہ اس سے مختلف ہے۔ گو کہ اکثر مضامین میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اس پر مستزاد مترجم کا یہ لکھنا کہ اس نے یہ ترجمہ ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۱ء میں کیا، یہ گمان پیدا کرتا ہے کہ یہ ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء میں املا کروائی گئی تفسیر سے مختلف ہے۔ کیوں کہ ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۱ء میں کیے گئے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ترجمہ جب کیا گیا اس وقت شاہ عبدالعزیز کی عمر

۹۶۔ خاتمۃ الطبع میں ناشر نے لکھا ہے کہ اس سے قبل یہ فارسی میں مولوی یوسف علی کی تصحیح سے طبع ہوئی، جس کا بعد میں ایسا ترجمہ کیا گیا ہے جو ہر مرد و عورت کو سمجھ آتا ہے۔ اصل تفسیر تو شاہ مراد اللہ کی ہے مگر فتح العزیز، تفسیر حسینی، تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف کے نکات اس میں شامل کر کے مزید عمدہ بنایا گیا ہے۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: مراد اللہ انصاری، خدا کی نعمت (کلکتہ: بابو سٹیم پریس، ۱۲۴۶ھ)، ۲۸۸۔

۲۵ سال تھی اور دست یاب فتح العزیز اس کے ۲۴ سال بعد املا کروائی گئی۔ گویا شاہ صاحب کے انتقال سے ۵۵ سال قبل یہ ترجمہ شائع ہو چکا تھا۔ اس ترجمے کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ شاہ صاحب کے دورہ قرآن کے نوٹس تھے جو اصل فتح العزیز سے قبل کے تھے اور مترجم نے ان نوٹس کو دیگر تفاسیر کو سامنے رکھ کر اور کچھ کمی و اضافہ سے ترجمہ کر دیا۔

دوسرا ترجمہ اور اس کی اشاعتیں

فتح العزیز کا دوسرا ترجمہ مولانا محمد حسن خاں مصطفیٰ آبادی رام پوری کا ہے۔ اس اعتبار سے اس ترجمے کو پہلا مکمل ترجمہ بھی کہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ اس سے قبل کے مولانا شاہ مراد اللہ کے نامکمل ترجمے کو خاص قبول عام حاصل نہ ہوا تھا۔ مولانا محمد حسن نے یہ ترجمہ محمد علی بن محمد حسین روکھے کی خواہش پر کیا جسے سب سے پہلے مطبع محمدی (بمبئی) نے نہایت عمدہ اسلوب پر ۱۲۶۱ھ / ۱۸۲۴ء میں ۴۷۰ صفحات پر شائع کیا۔ یہ ترجمہ پارہ ۳۰ کا تھا اور اس کے آخر میں تصحیح الاغلاط بھی لگایا گیا تھا۔ یہ ترجمہ بعد ازاں مولوی غلام علی کی تصحیح اور مولوی سید نظام الدین کی نظر ثانی کے بعد مطبع حیدری (بمبئی) سے ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء میں ۴۶۹ صفحات پر شائع ہوا۔ اس ترجمے کی تیسری اشاعت مطبع مصطفائی (دہلی) سے ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں ہوئی۔ اس ترجمے کی چوتھی اشاعت مولوی عبدالحق کی تصحیح سے مطبع چشمہ فیض (لکھنؤ) سے ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں ۲۴۰ صفحات پر ہوئی۔ اس اشاعت کے آخری صفحے پر ناشر نادر حسین نے لکھا ہے کہ یہ نسخہ مطبع مصطفائی (دہلی) کا عکس ہے جسے وہ عوامی مقبولیت کے پیش نظر شائع کر رہے ہیں۔^(۹۷) اس ترجمے کی پانچویں اشاعت مطبع افتخار (دہلی) سے ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ اس اشاعت کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے حاشیے میں شاہ صاحب کے شاگرد حافظ محمد اکرام الدین کی سورۃ الفاتحہ کی تفسیر موسوم بہ تفسیر ایزدی^(۹۸) بھی شائع ہوئی ہے۔ شروع میں فہرست عنوان اور آخر میں سید اشرف علی کا قطعہ تاریخ بھی دیا

۹۷۔ تفصیل ملاحظہ ہو: دہلوی، فتح العزیز (پارہ ۳۰) (لکھنؤ: مطبع چشمہ فیض، ۱۸۸۰ء)، ۲۴۰۔

۹۸۔ مولوی حافظ محمد اکرام الدین دراصل شاہ عبدالعزیز دہلوی کے شاگرد تھے۔ شاہ صاحب کے تفسیری افادات کی روشنی میں انھوں نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر تحریر کی تھی، جو ان کے مقدمے سے پتا چلتا ہے کہ یہ پہلی مرتبہ ۱۲۴۲ھ میں یعنی شاہ صاحب کی وفات کے محض تین سال بعد لکھی گئی۔ مطبع افتخار (دہلی) سے فتح العزیز (پارہ ۳۰) کی اشاعت کے حاشیے میں اسے نقل کیا گیا ہے۔ اسی حاشیے میں ان کا تعارف بھی کروایا گیا ہے۔ جس کے مطابق انھوں نے شاہ صاحب سے دوسرے تمام وکمال درس قرآن سنا۔ شاہ صاحب کی وفات کے بعد تلاش معاش کے لیے الہ آباد تشریف لے گئے۔ سید احمد شہید سے بھی استفادہ کیا۔ (تفصیل ملاحظہ ہو: فتح العزیز (پارہ ۳۰) (دہلی: مطبع افتخار، ۱۳۰۸ھ، ص ۲-۳) / سید نفیس الحسینی نے اسے مطبع سید

گیا ہے۔ یہ اشاعت ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس ترجمے کی چھٹی اشاعت مطبع مجیدی (کانپور) کی ہے۔ یہ اشاعت ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء میں ۵۱۲ صفحات پر منظر عام پر آئی تھی۔ اس ترجمے کی دیگر اشاعتیں بھی ہیں، تاہم آج کل یہ ترجمہ بازار سے ایچ۔ ایم سعید کمپنی (کراچی) کا طبع شدہ ملتا ہے، جو دراصل مطبع مجیدی (کانپور) کا عکس ہے۔ پارہ ۳۰ کے ترجمہ کے بعد مولانا حسن نے پارہ ۲۹ کا بھی ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ سب سے پہلے مطبع محمدی (بمبئی) سے ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا۔ اس کی دوسری اشاعت مطبع حیدری (بمبئی) سے ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء میں ہوئی۔ اس کی تیسری اشاعت مطبع مصطفائی دہلی سے ۱۲۶۷ھ / ۱۸۵۱ء میں ہوئی۔ چوتھی اشاعت مطبع مجیدی (کانپور) کی ہے اور بعد ازاں اسی کا عکس ایجوکیشنل پریس (کراچی) اور ایچ۔ ایم سعید کمپنی (کراچی) نے شائع کیا۔ ان دونوں پاروں کے اردو ترجمے میں مولانا محمد حسن نے درج ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھا۔

۱. اصل مضمون میں زیادتی یا کمی نہیں کی گئی۔
۲. اصطلاحات کا محض ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا گیا۔
۳. یہ ترجمہ کلکتہ سے شائع ہونے والی فارسی تفسیر کو سامنے رکھ کر کیا گیا۔^(۹۹)

اس ترجمے میں اگرچہ یہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ چند سقم بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ترجمے کی زبان بہت قدیم ہے اور کئی الفاظ اب متروک ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اکثر مقامات پر محاورہ چھوڑ کر لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔ فارسی اور عربی ابیات و اشعار اور محاوروں کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر ترجمہ اصل متن سے بھی زیادہ مغلق ہو گیا ہے۔ بہر حال ان سب خامیوں کے باوجود اس ترجمے کو قبول عام حاصل ہوا۔

تیسرا ترجمہ اور اس کی اشاعتیں

فتح العزیز کا تیسرا ترجمہ تفسیر عزیزی مسمیٰ بہ بستان التفاسیر کے عنوان سے ہوا۔ یہ دراصل پارہ اول اور دوم کے دست یاب حصہ کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے میں پارہ اول کا ترجمہ مولوی محمد علی چاند پوری کا ہے؛ جب کہ دوسرے پارے کے چند رکوعات کا ترجمہ سید محمد ہاشم علی دہلوی کا ہے۔ اس ترجمے کی پہلی اشاعت مولوی محمد حسین

احمد شہید سے ۱۴۲۵ھ میں تحفۃ الاسلام کے عنوان سے طبع کیا جو ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولوی حافظ اکرام الدین کے تفصیلی حالات مولانا عبدالحی کی نزہۃ الخواطر اور ڈاکٹر محمد ایوب قادری کی اردو نثر کے ارتقا میں علما کا حصہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

کے اہتمام سے مطبع مصطفائی (دہلی) سے ہوئی۔ اس ترجمے کو شاید وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو آخری دو پاروں کے ترجمے کو حاصل ہوئی، کیوں کہ اس کی پہلی اشاعت کے بعد بہت عرصے تک دوسری اشاعت کا سراغ نہیں ملتا۔ پھر مطبع فاروقی (دہلی) نے یہ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں شائع کیا۔ مطبع مجیدی (کانپور) نے بھی یہ ترجمہ شائع کیا تھا جس کا عکس بعد میں ایجوکیشنل پریس (کراچی) نے اور پھر ایچ ایم سعید کمپنی (کراچی) نے بھی شائع کیا۔ ترجمے کے دیباچے کے مطابق اس ترجمے میں بال برابر ذاتی مداخلت جائز نہیں رکھی گئی اور محاورہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ نیز مشکل مقامات کو دیگر تفاسیر کی مدد سے حل کر دیا ہے۔^(۱۰۰) یہ ترجمہ اگرچہ اپنے اسلوب اور سلاست کے سبب مولانا محمد حسن کے ترجمے سے بہتر ہے مگر اس کے باوجود محاورہ کی بندش اور اقوال و ابیات کے عدم ترجمہ کی خامی اس میں بھی موجود ہے، اس کی سب سے عمدہ اشاعت مطبع فاروقی (دہلی) ہی کی ہے، جو ۹۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس اشاعت کی خاص بات یہ ہے کہ اس کے حاشیے میں تفسیر غلیلی اور موضع قرآن بھی ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ تاہم موضع قرآن کو ہر جگہ موضع القرآن لکھا گیا ہے۔ ایچ۔ ایم سعید کمپنی (کراچی) کے طبع کردہ ترجمہ کے آخر میں نامعلوم کس بنا پر یہ لکھ دیا گیا ہے کہ یہاں تک تفسیر پٹنئی تھی کہ قبلہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہو گیا۔^(۱۰۱) حالاں کہ مقدمے میں شاہ صاحب کی اپنی عبارت موجود ہے کہ انھوں نے یہ تفسیر ۱۲۰۸ھ / ۱۹۷۳ء میں املاء کروائی۔ ان کا انتقال تو اس کے ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء میں ہوا تھا۔

چوتھا ترجمہ اور اس کی اشاعتیں

فتح العزیز کا چوتھا ترجمہ سید محمد محفوظ الحق قادری نے جواہر عزیزی کے عنوان سے کیا۔ یہ ترجمہ دراصل دست یاب فتح العزیز کا مکمل ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء میں کیا گیا اور اس کی پہلی اشاعت ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء اور دوسری اشاعت ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء میں نوریہ رضویہ پبلی کیشنز (لاہور) سے ہوئی۔ چار جلدوں پر مشتمل یہ ترجمہ ۲۳۳۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس ترجمے کے آخر میں مترجم نے ترجمے کے دوران پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طباعت کی اغلاط نے انھیں سخت پریشان کیا۔ الفاظ کی صوری مناسبت اور کاتین کی اصل علم سے ناواقفیت نے خاصی الجھنیں پیدا کیں۔ مثلاً ”بخشے“ کے بجائے ”بخشے“، ”ظن“ کے بجائے ”طعن“ وغیرہ۔^(۱۰۲) تاہم مترجم نے یہ نہیں بتایا کہ کس اشاعت کو انھوں نے ترجمے میں

۱۰۰۔ تفصیل ملاحظہ ہو: محمد علی چاند پوری، ترجمہ تفسیر عزیزی بہستان التفاسیر (دہلی: مطبع فاروقی، ۱۳۱۲ھ)، ۲۔

۱۰۱۔ دہلوی، فتح العزیز، (اردو) (کراچی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، س۔ ن۔ ۲: ۹۸۳۔

۱۰۲۔ محفوظ الحق قادری، جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی (لاہور: نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ۴: ۵۹۱۔

سامنے رکھا۔ بہر حال یہ ترجمہ درج ذیل خوبیوں کا حامل ہے:

- زبان نہایت شستہ اور اسلوب نہایت شائستہ ہے۔
 - سلاست و روانگی اور محاورہ کی چستگی نظر آتی ہے۔
 - مشکل مقامات کو آسان پیرائے میں بیان کر دیا گیا ہے۔
 - اقوال و ابیات کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔
 - حواشی و تعلیقات کے اضافے کیے گئے ہیں۔
 - جابجا عناوین قائم کیے گئے ہیں، جن سے کافی آسانی میسر آتی ہے۔
 - بعض مقامات پر شاہ صاحب کی توجیہات سے بھی اختلاف کیا گیا ہے۔
- ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس ترجمے میں بعض خامیاں بھی محسوس ہوتی ہیں، مثلاً:
- ترجمہ گو عمدہ ہے مگر اس میں مسلک کی چھاپ واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ مترجم نے اپنے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے شاہ صاحب کے تفسیری اقوال کو بہ طور دلیل استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ترجمے کے حاشیہ میں زیارت قبور، حاضر و ناظر، مسئلہ شفاعت، جواز چہلم، میلاد النبی، فاتحہ خوانی اور پیر پرستی جیسے لایعنی اور مسلکی مسائل کو ذکر کرنے سے ترجمے کے تشخص کو نقصان پہنچا ہے۔
 - دور حاضر کا ترجمہ ہونے کے سبب یہ ممکن تھا کہ اس تفسیر میں بیان کردہ احادیث و اقوال کی تخریج کردی جاتی، جس سے اس ترجمے کی معنویت اور اہمیت میں اور اضافہ ہو جاتا۔
 - ترجمے کی موجودہ اشاعت میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کا جہاں اختتام ہو رہا ہے۔ اس کی بعض سطور کا ترجمہ ہونے سے رہ گیا ہے۔ ممکن ہے ایسا کاتب کی غلطی سے ہوا ہو۔

خلاصہ بحث

ضرورت اس امر کی ہے کہ فتح العزیز کی تکمیل و عدم تکمیل کے حوالے سے جو امور سامنے لائے گئے ہیں ان کی روشنی میں مکمل تفسیر کو تلاش کیا جائے۔ نیز فتح العزیز کے قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر ایک مکمل اور مصحح نسخہ مرتب کیا جائے۔ جس میں جملہ نسخوں کے لفظی و تعبیری اختلافات کو سامنے لایا جائے۔ نیز تعلیق و تحشیہ سے مبہم الفاظ کی وضاحت کی جائے۔ کاتب کی اغلاط کی نشان دہی کی جائے۔ بعد ازاں اس مصحح و محقق نسخے کو سامنے رکھ کر

عمدہ اردو ترجمہ کیا جائے جو ثقالت لفظی اور مسلکی چھاپ سے بے نیاز ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک ادارہ جاتی کام ہے یا پھر پی۔ ایچ۔ ڈی سطح کے مقالات کا ایک پراجیکٹ بھی اس حوالے سے تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ تاہم وقت یہ ہے کہ زیادہ تر قلمی نسخے ہندوستان کے کتب خانوں میں ہیں جن تک کسی پاکستانی محقق کی رسائی نہایت مشکل ہے۔ البتہ پاکستان میں موجود قلمی نسخوں پر بھی کوئی محقق داد تحقیق دینا چاہے تو یہ نامکمل ہی سہی لیکن اچھا کام ہو گا۔



List of Sources in Roman Script

- ❖ Al-Qur'an
- ❖ 'Ali, Maulvi Rahman. *Tadhkirah-i 'Ulama'-i Hind*. Karachi: Educational Press, 1967.
- ❖ 'Ali, Navab Mubarak. *Kamalat-i 'Azizi*. Karachi: H. M. Sa'id Company, 1988.
- ❖ 'Imran, Hakim Muhammad. *Khazinat al-Makhtutat*. Tonk: Arabic and Persian Institute, 1981.
- ❖ A'zami, Muhammad 'Arif. *Tadhkirah-i Mufasssin-i Hind*. A'zamgarh: Dar al-Musannifin, 2013.
- ❖ Abdul Muqtadir, Maulvi. *Catalogue of the Arabic and Persian Manuscripts in the Oriental Public Library at Bankipore*. Calcutta: The Baptist Mission Press, 1928.
- ❖ Abtahi, Sayyid Baqir. *Fihrist Nuskhah ha'e Khatti Farsi Kitabkhana-i Jami'ah*. Delhi: Press Works, 1999.
- ❖ Andhra Pradesh Government Oriental Manuscripts Library and Research Institute, Osmania University Campus, Hyderabad, India.
- ❖ Ansari, Murad Allah. *Khuda ki Ni'mat*. Calcutta: Babo Steam Press, 1246 AH.
- ❖ Barkati, Mahmud Ahmad. *Shah Wali Allah aur un ke Ashab*. Karachi: Idarah-i Yadgar-i Ghalib, 2004.
- ❖ Chandpuri, Muhammad 'Ali. *Tarjumah Tafsir-i 'Azizi bah Bustan al-Tafsir*. Delhi: Matba'-i Faruqi, 1312 AH.
- ❖ Dihalvi, Maulvi 'Abd al-Rahim. *Hayat-i Wali*. Lahore: Al-Maktabah al-Salafiyyah, 1955.
- ❖ Dihalvi, Mirza Hairat. *Hayat-i Tayyibah*. Lahore: Islami Academy, 1984.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fatawa 'Azizi*. Delhi: Matba'-i

Mujtaba'i, 1314 AH.

- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fatawa 'Azizi*. Karachi: H. M. Sa'id Company, 1387 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Calcutta: Matba'-i Ahmadi, 1248 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Delhi: Matba'-i Ahmadi, 1833.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Delhi: Matba'-i Faruqi, 1297 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Delhi: Matba'-i Iftikhar, 1308 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Delhi: Matba'-i Muhammadiyah, 1264 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Delhi: Matba'-i Mujtaba'i, 1311 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Karachi: H. M. Sa'id Company, n.d.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Lahore: Matba'-i Muhammadi, 1311 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Lahore: Matba'-i Umid, 1277 AH.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Lucknow: Matba' Chashmah-i Fa'id, 1880.
- ❖ Dihalvi, Shah 'Abd al-'Aziz. *Fath al-'Aziz*. Lucknow: Nadwat al-'Ulama', 1277 AH. Manuscript No. 277.
- ❖ Dihalvi, Shah Wali Allah. *Anfas al-'Arifin I*. Delhi: Matba'-i Ahmadi, n.d.
- ❖ Diya', 'Abd al-Rahim. *Maqalat-i Tariqat*, Edited by Muhammad Iqbal Mujaddidi. Lahore: Progressive Books, 2017.

- ❖ Faridi, Nasim Ahmad. "Siraj al-Hind Hadrat Shah 'Abd al-'Aziz Muhaddis Diharvi." *Al-Furqan* 35, no. 1 (May 1967): 16-30.
- ❖ Khan, 'Adud al-Din. "Tafsir Fath al-'Aziz: Chand Haqa'iq ki Raushni main." *Ma'arif* 100, no. 3 (September 1967): 227-232.
- ❖ Khan, Muhammad Abdul Moid. *A Hand List of the Persian Manuscripts*. Tonk, Rajasthan: Maulana Abul Kalam Azad Arabic Persian Research Institute, 2012.
- ❖ Khan, Sha'istah. *Fihrist-i Makhtutat-i Farsi Rampur Rida Library*. Patna: Khuda Bakhsh Oriental Public Library, 1995.
- ❖ Lakhnawi, Sayyid 'Abd a-Hayy. *Nuzhat al-Khawahir*. Hyderabad: Da'irat al-Ma'arif, 1909.
- ❖ Mujaddidi, Muhammad Iqbal. *Shah 'Abd al-'Aziz Diharvi*. Lahore: Progressive Books, 2018.
- ❖ Nadvi, Abu al-Hasan 'Ali. *Tarikh-i Da'wat-o 'Azimat*. Karachi: Majlis-i Nashariyat-i Islam, n.d.
- ❖ Naushahi, 'Arif. *Fihrist Nuskah ha'e Khatti Farsi Kitabkhana-i Markazi Danishgah Panjab*. Lahore: Mirath Maktub, 1390 AH.
- ❖ Nizami, Khaliq Ahmad. *Tarikh-i Mashaikh-i Chisht*. Delhi: Nadwat al-Musannifin, 1953.
- ❖ Qadri, Mahfuz al-Haq. *Jawahir-i 'Azizi Urdu Tarjumah Tafsir-i 'Azizi*. Lahore: Noriyah Ridviyah Publications, 2008.
- ❖ Qasimi, 'Ata' al-Rahman. *Alwah al-Sanadid*. Lahore: Famous Books, 1990.
- ❖ Sanbhali, Muhammad Burhan al-Din. *Qur'an-i Majid ki Tafsirain: Chaudah Sau Baras main*. Lahore: Maktabah Qasim al-'Ulum, n.d.
- ❖ Sindhi, Maulana 'Ubayd Allah. *Shah Wali Allah aur un ki Siyasi Tabrik*. Lahore: Sindh Sagar Academy, 2008.
- ❖ Tahir, 'Ali Hasan. *Ma'athir-i Siddiqi*. Lucknow: Matba' i Naval Kishor, 1920.

